جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

ندائے شاہی

مرادآباد

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدیؒ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد
مدیر: حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد



جنوری ۲۰۲۳ء

نعت:

تڑپتا ہوں جدائی میں، بلا لیجے مجھے طیبہ

مولانا مفتی اسرار احمد دانش قاسمی نجیب آبادی، فاضل افتاء مدرسہ شاہی مراد آباد

حزیں دل ہے زباں چپ چاپ آنکھیں اشکبار آقاؐ ❖ نہ جانے کیوں یہ بڑھتا جا رہا ہے اضطرار آقاؐ

غمِ فرقت لئے میں رات دن بے چین پھرتا ہوں ❖ نہیں ملتا ہے پَل بھر بھی مرے دل کو قرار آقاؐ

ہے طوفانِ حوادث اور ستم کی آندھیاں ہر سو ❖ کوئی غم خوار ہے آقاؐ، نہ کوئی غم گسار آقاؐ

تڑپ اٹھتا ہوں جب طیبہ کا کوئی نام لیتا ہے ❖ شکستہ دل ہوں دکھلاؤں کسے میں حالِ زار آقاؐ

بشکلِ راہبر رہزن، بشکلِ دوست ہیں دشمن ❖ نہیں ہے اب زمانے میں کسی کا اعتبار آقاؐ

علاجِ دردِ دل اب ہند میں ممکن نہیں میرا ❖ شفا ہو گر میں دیکھوں سبز گنبد کی بہار آقاؐ

مدینہ طیّبہ کے گلشنوں کا پوچھنا کیا ہے ❖ تمہارے شہر کا ہے خار بھی رشکِ بہار آقاؐ

تمنا دل کی ہے دیکھوں مدینے کی بہار آقاؐ ❖ میں ہوں دیدار طیبہ کا سراپا انتظار آقاؐ

شراب عشق کا ساغر عطا اک ایسا ہو جائے ❖ نہ اترے زندگانی بھر کبھی اس کا خمار آقاؐ

تمہاری بخشش واحسان وشفقت پر میں سو جاں سے ❖ نثار آقاؐ، نثار آقاؐ، نثار آقاؐ، نثار آقاؐ

نہیں ہے آپؐ کا ثانی کوئی سارے زمانے میں ❖ بلا شک آپؐ ہیں محبوب رب کردگار آقاؐ

دعا ہے قبر میں جس دم شبیہ پاک دیکھوں میں ❖ مرے آقاؐ، مرے آقاؐ، کہوں بے اختیار آقاؐ

میں عالی بارگہ میں آپؐ کی گر پاؤں بار آقاؐ ❖ تو ہوں میں مستحق رحمتِ پروردگار آقاؐ

تڑپتا ہوں جدائی میں، بلا لیجے مجھے طیبہ ❖ کسی صورت مرے دل کو نہیں آتا قرار آقاؐ

دعا ہے ڈھانپ لے رحمت مرے سارے گناہوں کو
سرِ محشر نہ ہو دانش تمہارا شرم سار آقاؐ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی واصلاحی رسالہ



جمادی الاخریٰ ۱۴۴۴ھ

جنوری ۲۰۲۳ء

جلد: 35

شمارہ: 01

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

مدیر اعزازی: حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری استاذ دارالعلوم دیوبند

سالانہ زرِ تعاون بذریعہ رجسٹری ڈاک: 700 اعزازی (۲۰ سال کے لئے) -/10,000 روپے

سالانہ زرتعاون: 500 روپے ❖ سالانہ زرتعاون برائے واٹس ایپ (PDF فائل): -/250 روپے

سعودی عرب، امریکہ، انگلینڈ، جنوبی افریقہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش ودیگر ممالک کیلئے 20 امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ ندائے شاہی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

Monthly **NIDA - E - SHAHI**

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (u.p.) 244001.India

فون نمبرات: ندائے شاہی: 09410865194 فیکس: (0591)2472113 مرتب 9412677469

Website: www.madrasashahi.com

www. nidaeshahi.co.cc E-Mail:nidaeshahi@gmail.com

طباعت:- گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد **طابع وناشر:-** (مولانا) عبدالناصر (نائب مہتمم جامعہ)

محرر:- محمد رضوان قاسمی بجنوری **نظماء توسیع واشاعت:-** زین العابدین قاسمی سیتاپوری، محمد طفیل فیض آبادی، محمد شہزاد قاسمی بھاگل پوری **کمپیوٹر کتابت:-** نعیم الدین قاسمی

Proprietor **Ashhad Rashidi** Printed at **Good** Printers, Amroha Gate, Moradabad (UP)
Published by the Printer & Publisher **Abdul Nasir** and distributed at Darut-talaba Lal Bagh, Moradabad
Editor: Maulana Syed Ashhad Rashidi, Mohtamim Jamia Qasmia Madrasa Shahi



اِس شمارے میں

نور ہدایت:

نومسلم اہلِ کتاب کی قدردانی

ارشادِ ربانی: لَيْسُوْا سَوَآءً مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ. يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ. وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ. (آل عمران، جزء آیت: ۱۱۳-۱۱۵)

ترجمہ: ”وہ (اہل کتاب یہود ونصاریٰ) سب برابر نہیں؛ (بلکہ) اہل کتاب میں ایک فرقہ سیدھے راستے پر قائم ہے، جو راتوں کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں، اور وہ سجدہ ریز رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں، اور اچھی بات کا (ایک دوسرے کو) حکم کرتے ہیں، اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں، اور نیک کاموں پر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، یہی لوگ نیک بخت ہیں۔ اور ایسے لوگ جو بھی نیک کام کریں گے اُس کی (اللہ تعالیٰ کے یہاں) ہرگز ناقدری نہ ہوگی، اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے بارے میں پورا علم رکھتے ہیں“۔

ایک طرف جہاں یہود ونصاریٰ کی اکثریت اپنی ہٹ دھرمی کی بنا پر کفر وتکذیب کی راہ پر قائم تھی، اور اپنی غلط حرکتوں کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں روسیاہی کی مستحق تھی، وہیں اُن میں کچھ ایسے خوش نصیب حضرات بھی تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے قلبِ سلیم سے نوازا تھا؛ چناں چہ وہ ”نورِ محمدی“ سے فیض یاب ہوئے، اور اُن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ایسی محبت جاگزیں ہوئی کہ وہ راتوں کو اُٹھ کر قرآنِ کریم کی تلاوت اور نماز اور مناجات میں مشغول رہتے تھے، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور قیامت پر اُن کا اِیمان مستحکم ہوگیا، اور وہ دین کی دعوت میں اور اچھے کاموں میں آگے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ اُن خوش نصیب حضرات میں سیدنا حضرت عبداللہ بن سلام اور سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما جیسے حضرات شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو بشارت سنا رہے ہیں کہ اُن کی کوئی بھی نیکی اللہ تعالیٰ کے یہاں ہرگز ضائع نہ ہوگی؛ بلکہ وہ دوہرے اجر سے نوازے جائیں گے؛ جیسا کہ دوسری آیت (سورۂ قصص: ۵۴) اور اَحادیثِ شریفہ میں مذکور ہے۔

□□□

نظر وفکر:

محمد سلمان منصورپوری
Mansoorpuri
@gmail.com

نبی اُمی ﷺ کا مشن (۵)

حقوق المصطفیٰ ﷺ

گذشتہ صفحات میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند ممتاز صفات بیان کی جا چکی ہیں۔ اَب آگے اُن لوگوں کو بشارت سنائی جارہی ہے جو پیغمبر علیہ السلام کی رسالت پر اِیمان لائے ہیں، اور اُن کے دل آپ ﷺ کی عظمت ومحبت سے معمور ہیں، جس کا اظہار زبانی اور عملی طور پر آپ کی عزت وتوقیر اور مصاحبت سے ہوتا ہے، نیز جب بھی موقع پڑتا ہے تو اہل اِیمان آپ کی اور آپ کے دین کی نصرت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے، اور قرآنِ پاک اور آپ کی ہدایات کی مکمل پیروی کرتے ہیں، تو ایسے لوگ یقیناً کامیاب اور فلاح یاب ہیں؛ چناں چہ اِرشاد فرمایا گیا:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (الأعراف: ۱۵۷)

پس جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اِیمان لائے اور آپ کی رفاقت کی اور نصرت کی اور اُس نور (وحی) کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اُترا ہے، وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

علماء لکھتے ہیں کہ اُمت پر خاص طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ حقوق لازم ہوتے ہیں:

(۱) آپ ﷺ پر کامل اِیمان لانا (۲) آپ ﷺ کی سنتوں کا اتباع کرنا (۳) آپ ﷺ سے محبت کو لازم سمجھنا (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حد درجہ تعظیم وتکریم اور نصرت کرنا (۵) آپ ﷺ پر درود شریف کی کثرت کرنا۔

عالمی پیغمبر ﷺ

واضح رہنا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا پیغمبر ماننا اور آپ کی رسالت پر اِیمان لانا صرف اہل اِیمان ہی پر نہیں؛ بلکہ ہر اِنسان پر لازم ہے، اِس کے بغیر آخرت میں نجات اور کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے؛ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف کسی خاص قوم یا علاقہ کے رسول نہیں؛ بلکہ تمام عالم کے لئے ''اللہ کے رسول ہیں''، اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ، فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ. (الأعراف: ١٥٨)

اے پیغمبر! آپ اعلان فرمادیجئے کہ میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا رسول ہوں جس کی حکومت تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، جس کے علاوہ کسی کی بندگی نہیں، وہی زندگی اور موت دینے والا ہے، پس اِیمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول نبی اُمی پر جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اُس کے سب کلاموں پر اور اُسی کی پیروی کرو؛ تا کہ تم راہ پاؤ۔

اِس آیت مبارکہ میں مذکورہ اعلان کرتے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کے مالک الملک اور معبود حقیقی ہونے کا ذکر اِس بنا پر کیا گیا کہ یہ باور کرایا جائے کہ اللہ کا رسول بس وہی ہوسکتا ہے جس کی رسالت کا اعلان خود الٰہ العالمین کی طرف سے کیا جائے، ورنہ کوئی شخص اپنی طرف سے رسول نہیں بن سکتا۔

نیز ایک دوسری آیت میں فرمایا گیا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا. (سبا: ٢٨)

ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کے لئے جنت کی بشارت سنانے والا اور جہنم کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور سورۂ فرقان کی ابتداء اِس آیت سے کی گئی:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا. (الفرقان: ١)

وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ''الفرقان'' (قرآنِ مقدس) کو نازل فرمایا؛ تا کہ وہ سارے جہانوں کے لئے عذاب سے ڈرانے والا ہو۔

اور مذکورہ آیات کی تشریح فرماتے ہوئے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اِرشاد فرمایا:

كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلىٰ قَوْمِهٖ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً. (صحيح البخاري / كتاب التيمم رقم: ٣٣٥)

پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کئے جاتے تھے؛ جب کہ مجھے تمام اِنسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی سابقہ پیغمبر بھی اِس

دور میں تشرف لائیں، تو اُن پر بھی آپ کی شریعت کی اتباع لازم ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے:

لَوْ كَانَ مُوْسىٰ حَيًّا لَمَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِي. (مسند أحمد رقم: ١٤٥٦٥)

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام باحیات ہوتے تو اُنہیں میری اتباع کے بغیر چارۂ کار نہ تھا۔

نیز صحیح اَحادیث شریفہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے قریب جب دنیا میں نازل ہوں گے (جو اِس وقت آسمانوں میں باحیات تشریف فرماہیں) تو آپ شریعت محمدیہ ہی کی پیروی فرمائیں گے۔ (مسند احمد رقم: ۲۰۱۵۱)

پس یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ رسالتِ محمدی کے اقرار واعتراف کے بغیر محض وحدانیت پر یقین (جیسا کہ بہت سے مذاہب میں ہے) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آدمی کو نہیں بچاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا. (الفتح: ١٣)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر اِیمان نہ لائے، تو ہم نے منکروں کے لئے دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

لہٰذا نجاتِ اُخروی کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر اِیمان لانا ضروری ہے، اِس کے بغیر نجات کا کوئی تصور نہیں ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

یوں ہی جنت کا پتہ مل جائے ممکن ہی نہیں
راہِ سنت لازمی ہے راہِ جنت کے لئے

رسول کی اِطاعت؛ اللہ کی اِطاعت ہے

اور واقعہ یہ ہے کہ آدمی رسول اللہ کی اِطاعت کئے بغیر اللہ تعالیٰ کی اِطاعت کا حق بھی اَدا نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ ہم تک اللہ تعالیٰ کی جو بھی ہدایات پہنچی ہیں، وہ رسول اللہ کے واسطے ہی سے پہنچی ہیں، خواہ وہ وحی متلو (قرآنِ کریم) ہو یا وحی غیر متلو (اَحادیثِ شریفہ) ہوں، اِسی لئے قرآنِ کریم میں جابجا رسول اللہ کی اِطاعت کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہے۔ ایک جگہ اِرشاد ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (النساء، جزء آیت: ٨٠)

جس نے رسول کی اِطاعت کی پس اُس نے اللہ کا کہا مانا۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا گیا:

مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا. (الحشر، جزء آیت: ۷)

جو رسول تمہارے پاس لائے اُسے لے لو اور جس بات سے منع کرے اُس سے باز آجاؤ۔

نیز اَحادیثِ شریفہ میں جابجا پیغمبر علیہ السلام کی اِطاعت کی تاکید کی گئی ہے۔ چند اَحادیث شریفہ ذیل میں درج ہیں:

○ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

مَنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ. (صحيح البخاري / كتاب الجهاد والسير رقم: ۲۹۵۷)

جس نے میری اِطاعت کی اُس نے اللہ کی اِطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

○ ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، إِلَّا مَنْ أَبٰى، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَنْ يَأْبٰى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى. (صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة / باب الاقتداء بسنن رسول الله رقم: ۷۲۸۰)

میری سب اُمت کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، سوائے اُس شخص کے جو انکار کرے، تو صحابہ نے عرض کیا کہ ’’اللہ کے رسول! انکار کرنے والا کون ہے؟‘‘ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ’’جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا، اور جو میری نافرمانی کرے گا وہ منکر ہے‘‘۔

○ نیز نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اِرشاد ہے:

إِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ. (صحيح البخاري / كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة رقم: ۷۲۸۸)

جب میں تم کو کسی بات سے منع کروں تو اُس سے باز رہو، اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو حتی الوسع اُس کو بجالاؤ۔

○ حضرت مقدام بن معدی کرب سے مروی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا:

أَلا إِنِّي قَدْ أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، أَلا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰى أَرِيكَتِهِ، يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِيهِ مِنْ حَلالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُّمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ الخ. (سنن أبي داؤد، كتاب السنة / باب في لزوم السنة رقم: ٤٦٠٤)

سن لو! مجھے کتاب اللہ کے ساتھ مزید اس جیسا علم عطا ہوا ہے، ہوشیار رہو! عنقریب ایک پیٹ بھرا شخص اپنے تخت پر بیٹھ کر یہ کہے گا کہ تم اِس قرآن کو لازم پکڑو! جو تم اِس میں حلال پاؤ بس اُسے حلال سمجھو، اور جو تم اِس میں حرام پاؤ بس اُسے ہی حرام جانو۔ (گویا ایسی بات کہنے والے کی مذمت کی جارہی ہے)

اِس روایت میں جو پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ: ’’مجھے کتاب اللہ کے ساتھ مزید اس جیسا علم عطا ہوا ہے‘‘، اِس کے دو معنی ہیں:

الف:- ایک یہ کہ مجھے غیر متلو وحی اتنی ہی مقدار میں عطا ہوئی ہے جتنی وحی متلو کتاب اللہ کی شکل میں ملی ہے۔

ب:- دوسرا مطلب یہ ہے کہ مجھے کتاب اللہ کی تشریح وتفسیر کا حق دیا گیا ہے جو کتاب اللہ ہی کے مانند واجب الاتباع ہے۔ (مقدمہ تفسیر قرطبی ۴۳/۱)

○ سیدنا حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاَ أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ أَمْرٌ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ. (سنن الترمذي / أبواب العلم رقم: ٢٦٦٣)

میں تم میں سے کسی کو اپنی مسہری پر ٹیک لگائے ہوئے نہ پاؤں، جس کے پاس میری طرف سے کوئی حکم یا ممانعت پہنچے، پھر وہ یہ کہے کہ میں نہیں جانتا، ہم تو صرف جو بات کتاب اللہ میں پائیں گے اُسی کی پیروی کریں گے۔

یعنی کسی کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ صرف قرآنِ کریم ہی واجب الاتباع ہے، اِس کے علاوہ کچھ نہیں؛ بلکہ جس طرح دین کی باتیں قرآنِ کریم سے ثابت ہوتی ہیں، اِسی طرح اَحادیث شریفہ سے بھی ثابت ہوتی ہیں، اور بلاشبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اللہ کے رسول ہونے کی حیثیت سے واجب التعمیل ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وہدایات پر عمل کئے بغیر آدمی نجات نہیں پاسکتا۔ (جاری) □□

درس حدیث:

تکبر کی تباہ کاریاں

حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ أَمْثَالَ الذَّرِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ يُسَاقُوْنَ إِلٰى سِجْنٍ فِيْ جَهَنَّمَ يُسَمّٰى بُوْلَسَ تَعْلُوْهُمْ نَارُ الْاَنْيَارِ، يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ طِيْنَةَ الْخَبَالِ. (رواه الترمذي، مشكوة: ٤٣٣)

حضرت عمرو ابن شعیب اپنے والد اور دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ متکبر ومغرور لوگوں کو قیامت کے دن چھوٹی چونٹیوں کے مانند مردوں کی صورتوں میں جمع کیا جائے گا، جن پر ہر طرف سے ذلت چھائی ہوئی ہوگی، ان کو جہنم کی اس جیل کی طرف ڈھکیل دیا جائے گا جس کا نام ''بولس'' ہے، ان کو ہر چہار جانب سے آگوں میں سے ایک آگ گھیر لے گی اور ان کو جہنمیوں کے مواد پیپ پلایا جائے گا، جس کو ''طينة الخبال'' کہتے ہیں۔

تشریح: نبی کریم علیہ السلام اپنی امت کو آخرت کی رسوائیوں اور ذلتوں سے بچانے کی زندگی بھر کوشش فرماتے رہے، اور ان اعمال کی نشاندھی فرماتے رہے جو قیامت کے دن انسان کے لئے وبال جان بنیں گے، میدان محشر میں جہاں اولین آخرین کا اجتماع ہوگا، خجالت وشرمندگی کا ذریعہ بنیں گے اور آدمی کو سارے جہاں کے سامنے بے آبرو کریں گے۔

مذکورہ بالا روایت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں نبی کریم علیہ السلام تکبر جیسی برائی سے بچنے کی تلقین فرما رہے ہیں، ذیل میں روایت کی مختصر سی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

تکبر کا صحیح مفہوم

قرآن وحدیث میں تکبر کا جو مفہوم مراد لیا گیا ہے اس میں خاص طور پر دو عیوب کا ذکر کیا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جس شخص میں یہ دو عیب ہوں گے وہ متکبر ہے اور جو تکبر میں مبتلا ہوگا

اس کو دونوں جہاں میں ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، چنانچہ ایک بار جب نبی کریم علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا تو ایک صاحب نے سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں یعنی وہ اچھا لگے، دیکھنے والوں کی نظریں اس پر ٹھہر جائیں اور وہ سب سے الگ دکھائی دے، کیا یہ بھی تکبر میں شمار ہوگا؟ اس پر نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ صفائی ستھرائی اور حسن و جمال کو اختیار کرنا عیب نہیں ہے؛ بلکہ یہ تو خدا کی پسندیدہ صفت ہے، اس کا کبر وغرور سے کوئی تعلق نہیں ہے، کبر تو یہ ہے کہ انسان کے اندر دو عیب پیدا جائیں:

(۱) بَطَرُ الْحَقِّ: یعنی حق کے واضح ہوجانے اور صاف طور پر سامنے آجانے کے بعد بھی انسان اسے قبول نہ کرے اور اپنی غلط بات پر اڑا رہے جیسا کہ آج کل لوگ صرف اپنی انا کی خاطر غلط بات پر اصرار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے اپنے افکار و نظریات پر جمے رہتے ہیں کہ ہم اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹیں گے، حالانکہ یہ انداز خدا کے نافرمان بندوں کا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں کفار و مشرکین کے احوال کو ذکر کرتے ہوئے رب ذوالجلال نے فرمایا ہے کہ حق کے واضح ہوجانے کے بعد بھی وہ یہی کہتے ہیں کہ جس پر ہمارے باپ دادا تھے ہم اسی دین پر جمے رہیں گے، ارشاد ربانی ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآئَنَا اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ. (سورۃ لقمان، آیت: ۲۱)

اور جب ان سے کہا جائے کہ چلو اس حکم پر جو اللہ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو چلیں گے اس پر جس پر پایا ہم نے اپنے آبا و اجداد کو، اگرچہ شیطان بلاتا ہو ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف۔

(۲) وَغَمْطُ النَّاسِ: یعنی دوسرا عیب انسان میں یہ ہو کہ وہ دوسرے لوگوں کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھنے لگے، اور اپنے آپ کو سب سے اعلیٰ و افضل ماننے لگے، اس کے مزاج میں تعلّی پیدا ہوجائے نہ علماء کی اس کی نظر میں کوئی حیثیت ہو اور نہ دینداروں کو وہ کوئی حیثیت دیتا ہو؛ بلکہ ہر ایک کے ساتھ ترش روی اور بداخلاقی سے پیش آتا ہو، نہ اس کی زبان قابو میں رہتی ہو اور نہ اس کے ہاتھ سے لوگ محفوظ رہتے ہوں۔ آج کل ہر طبقہ میں ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں کہ جن کے انداز و اطوار اور قول و فعل سے کبر وغرور کا

برملا اظہار ہوتا ہے، یہ لوگ خلق خدا کو بے عزت اور ذلیل کر کے خوشی حاصل کرتے ہیں، جس شخص کے اندر یہ دونوں برائیاں ہوں وہ متکبر ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَنَعْلُهٗ حَسَنًا، قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ. (رواہ مسلم، مشکوۃ: ۴۳۳)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر وغرور ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، ایک صاحب نے عرض کیا کہ آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (اس میں کوئی حرج نہیں ہے) بے شک اللہ رب العزت جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے (گویا اس کا کبر وغرور سے کوئی تعلق نہیں ہے) کبر تو یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر جانے۔

اسی طرح قرآن کریم میں بھی اللہ رب العزت اہل ایمان کو اس کی تاکید کرتا ہے کہ تم میں سے کوئی کسی کی اہانت وتوہین نہ کرے، ارشاد ربانی ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ. (سورۃ الحجرات، آیت: ۱۱)

اے ایمان والو! تمسخر اور ٹھٹھا نہ کرے تم میں سے ایک دوسرے کے ساتھ ہوسکتا ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ بہتر ہو، اسی طرح نہ کوئی عورت دوسری عورت کا مذاق اڑائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ مذاق اڑانے والی سے بہتر ہو۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انسان مذاق اسی کے قول وفعل، حرکات وسکنات اور ذات وشخصیت کا اڑاتا ہے جس کو وہ اپنے سے کمتر اور بے حیثیت سمجھتا ہے۔ الغرض مذکورہ بالا دو عیب جس کے اندر ہوں گے وہ متکبر ہے جس کے سلسلے میں خدا کا فرمان ہے: فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ. تکبر میں مبتلا لوگوں کا برا ٹھکانا ہے۔

اسباب تکبر

کبر وغرور اور تکبر کے مختلف اسباب ہوا کرتے ہیں، فی الوقت ان میں سے چند اہم اسباب ذکر کیۓ جاتے ہیں:

(۱) علم وآگہی: علم جس طرح نجات کا ذریعہ ہے اسی طرح اگر علم کے ساتھ صلاح وتقویٰ نہ ہوتو یہی علم دین ودنیا کی تباہی کا ذریعہ بن جاتا ہے، اورانسان کو کبر وغرور میں مبتلا کر کے خدا کی رحمت اور اخروی کامیابی سے محروم کردیتا ہے، علم کا یہی غرور تھا جس نے شیطان کو حضرت آدم کے سامنے نہیں جھکنے دیا اور خدا کا باغی بنادیا، موجودہ دور میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اپنی قابلیت اور علمی لیاقت کی وجہ سے غرور میں مبتلا ہو گئے ہیں اور کسی کو عزت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں، وہ سب سے زیادہ قابل، باصلاحیت اور لائق وفائق صرف اور صرف اپنے آپ کو ہی سمجھتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نبی کریم علیہ السلام ایک روایت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ اپنے بارے میں خوش گمانیاں رکھتے ہیں اور بڑائی میں مبتلا رہتے ہیں؛ لیکن بالآخر دیگر لوگوں کی نظروں میں ان کی حیثیت کتے اور خنزیر سے زیادہ خراب ہو جاتی ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ، حَتّٰى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيرٍ. (رواه البيهقي، مشكوة: ٤٣٤)

وہ شخص جو تکبر کرتا ہے اللہ رب العزت اس کو رسوا کرتا ہے، چنانچہ وہ لوگوں کی نظروں میں بے حیثیت ہو جاتا ہے، جبکہ وہ خود اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، بالآخر وہ لوگوں کی نظرں میں کتے اور خنزیر سے زیادہ بے وقعت ہو جاتا ہے۔

(۲) مال ودولت: بہت سے لوگ دولت وثروت کی وجہ سے کبر وغرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور غریبوں کو گری ہوئی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں، ان کے یہاں عزت کا معیار صرف دولت ہوتی ہے وہ غرباء ومساکین سے سیدھے منھ بات کرنا اپنے لئے باعث توہین سمجھتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ کوئی بھی شخص دولت وثروت اپنی ماں کے پیٹ سے نہیں لے کر آیا ہے؛ بلکہ یہ خدا کی عطا ہے اور وہ جب چاہتا ہے ناقدروں کو اپنی نعمت سے محروم کردیتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ. (سورة إبراهيم: ۷)

اگر تم شکرادا کروگے تو میں تمہارے لئے (نعمتوں میں) اضافہ کردوں گا اور اگر تم کفران نعمت (ناشکری) کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

(۳) قوت وطاقت: بہت سے لوگ طاقت اور قوت کی وجہ سے کبر وغرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ضعیفوں اور کمزوروں کو پریشان کرنا اپنا حق سمجھنے لگتے ہیں، ہر وقت طاقت کے نشے میں چور رہتے ہیں، کسی بھی بڑے چھوٹے، اپنے، پرائے، ضرورت منداور مصیبت زدہ کی ان کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی ہے، وہ ہر کس وناکس کو اپنے سامنے جھکانے کی فکر میں رہتے ہیں اور ہر ایک کے دل میں اپنا خوف اور رعب بٹھانے میں مصروف دکھائی دیتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ سب سے بڑی طاقت وقدرت کا مالک رب ذوالجلال ہے جس کو تکبر اور بڑائی ہرگز پسند نہیں ہے، وہ جب چاہے بڑے سے بڑے طاقتور کو معذور اور اپاہج بنادے اور اس کے کروفر کو خاک میں ملا دے، وہی انسان کو قوت عطا کرتا ہے اور وہی جس کو چاہتا ہے قوت سے محروم کر دیتا ہے، اسی طرح **حکومت واقتدار** اور **خاندانی عزت وشرافت** بھی انسان کو کبر وغرور میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہمارے دل ودماغ میں اس بات کو بٹھادے کہ ہمارے پاس موجود کوئی بھی نعمت ہماری اپنی پیدا کردہ نہیں ہے؛ بلکہ اللہ رب العزت کی عطا کردہ ہے، اس لئے اس پر فخر اور گھمنڈ کرنے کے بجائے خدائے وحدہ لا شریک کی حمد وثنا کریں اور اس کا شکر بجالائیں، ورنہ تو آخرت میں ذلت ورسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں لگے گا، چنانچہ اوپر درج کی گئی روایت میں نبی کریم علیہ السلام میدان محشر میں متکبرین کی بدحالی کو ذکر کرتے ہوئے تین نہایت ہولناک باتیں بیان فرمارہے ہیں، جن کو ذیل میں نمبروار ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ أَمْثَالَ الذَّرِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: متکبرین کو قیامت کے دن میدان محشر میں اولین وآخرین کے سامنے پہلی سزا یہ ملے گی کہ ان کو چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی مانند بے حیثیت بنادیا جائے گا، ان کے جسم چیونٹیوں جیسے ہوں گے اور صورت انسانوں والی ہوگی اور ہر چہار جانب سے ان پر پھٹکار برس رہی ہوگی، ان کی اس حالت کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں کبر وغرور اور بڑائی میں مبتلا رہا کرتے تھے۔

(۲) يُسَاقُوْنَ إِلٰى سِجْنٍ فِيْ جَهَنَّمَ: متکبرین کو دوسری سزا یہ ملے گی کہ ان کو جہنم کی ایک مخصوص جیل کی طرف ہانک دیا جائے گا، جس کا نام "بولس" ہے، یہ جیل جہنم میں متکبرین ہی کے لئے بنائی گئی ہے، جس میں ایک مخصوص قسم کی آگ ان پر مسلط کردی جائے گی۔ گویا متکبر کی کوئی بھی نیکی اس کے کام نہیں آئے گی اور اس کو آگ کے حوالے کردیا جائے گا۔

(۳) يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ: متکبرین کو تیسری سزا یہ ملے گی کہ ان کو جہنمیوں کے غلیظ جسموں سے نکلنے والے پسینے، پیپ، مواد اور خون کا مکسچر پلایا جائے گا، وہ دنیا میں دوسروں کو ذلیل سمجھتے تھے، قیامت کے دن رب ذوالجلال ان کو ذلت کی آخری حد پر پہنچادے گا اور ان کو مذکورہ بالا بدترین سزاؤں سے دوچار کرے گا، یہ تکبر وغرور اور گھمنڈ کی وہ تباہ کاریاں ہیں جن سے بچنے کی ہر مؤمن کو کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ رب العزت پوری امت کو اس برائی سے بچنے کی توفیق سے نوازے (آمین)۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

○❖○

مدینہ کی جدائی

حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نوراللہ مرقدہٗ

کسی مجلس میں جب نعت شہ عالم ﷺ سناتے ہیں ❖ فضائیں رشک کرتی ہیں فرشتے جھوم جاتے ہیں
شب معراج میں ختم رسل ﷺ کا مرتبہ دیکھو ❖ جہاں کوئی نہیں پہنچا وہاں تک آپ ﷺ جاتے ہیں
کوئی اعجاز تو دیکھے مرے قرآنِ ناطق ﷺ کا ❖ لقب اُمّی ﷺ ہے لیکن علم کا دریا بہاتے ہیں
اترتے ہیں فرشتے آسماں سے پاسبانی کو ❖ چرانے بکریاں صحرا میں جب سرکار ﷺ جاتے ہیں
یہ ہے شان نبوت چاند ہو جاتا ہے دوٹکڑے ❖ شہ کون ومکاں جب ہاتھ کی اُنگلی ہلاتے ہیں
اُبل پڑتا ہے چشمہ بن کے برتن میں جو تھا پانی ❖ شہ دیں انگلیاں جب ہاتھ کی اس میں لگاتے ہیں
لگا لیتے ہیں ہم سرمہ سمجھ کر آنکھ میں اپنی ❖ مدینے پاک کی جس وقت بھی ہم خاک پاتے ہیں
مرا دشمن بھی منہ کو پھیر کر آنسو بہاتا ہے ❖ مرے ہمدم مری جب داستاں اسکو سناتے ہیں
لرز جاتا ہے گل چیں، باغباں بھی سہم جاتا ہے ❖ چمن اجڑا ہوا اپنا اسے جب ہم دکھاتے ہیں

مدینہ کی جدائی اب بہت ہی شاق ہے ثاقب
نہ جانے کب تلک مولیٰ مجھے طیبہ بلاتے ہیں

◆❖◆ ◆❖◆

اِفادات: سورۂ بقرہ

افادات: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہٗ

ضبط وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی اُستاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

آدمی اپنے اور اپنی اولاد کے ایمان کی سلامتی اور ثابت قدمی کی فکر کرے

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ. (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۸)

اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو (یعنی حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کو) اپنا مکمل فرماں بردار بنا لے اور ہماری نسل سے بھی ایسی امت پیدا کر جو تیری پوری تابعدار ہو۔

اس دعا کا حاصل یہ ہے کہ اے اللہ! ہم کو اور ہماری اولاد کو مسلمان بنائے رکھئے، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے اندر شروع شروع میں ایمانی جذبہ ہوتا ہے، شروع میں کوئی نیک کام کرلے، یہ ہوسکتا ہے؛ لیکن اس پر دوام اور مداومت ہو یہ بہت مشکل ہے؛ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی کی دعا مانگی کہ اے اللہ ہمیشہ ہم کو انقیاد واطاعت کی توفیق نصیب فرمایئے، اگرچہ نبی کے بارے میں ایسا امکان نہیں کہ وہ صراط مستقیم سے ہٹ جائیں؛ کیونکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں، اولاد کے لئے ماں باپ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ وہ ان کا ایسا مزاج بنادیں اور ان کو ایسا رخ دے دیں، اور ان کو ایسے طریقہ پر لگادیں کہ وہ ہمیشہ اللہ کی اطاعت کریں، اسی کی بندگی کریں، اللہ کے باغی نہ ہوں، ان کے حق میں اس کی نافرمانی نہ کریں، اولاد کے لئے مکان بنانا، کاروبار کرانا یہ بھی نعمت ہے؛ لیکن سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ ان کے دین کی ان کے ایمان کی حفاظت کی فکر کرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ایمان ہی سے ہاتھ دھوبیٹھیں، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ ہماری ذریت ہماری نسل کو امت مسلمہ بنادے۔

اپنی نسل اولاد کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ. (سورة البقرة، آیت: ۱۲۸)

اور ہماری نسل سے بھی ایسی امت پیدا کر جو تیری پوری تابعدار ہو۔

اپنی ذریت اور اپنی نسل کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرماں بردار بنائے، اس کے انتظامات کرے اور اس کی دعا بھی کرے؛ کیونکہ اگر دینی سلسلہ آگے نہ چلے تو سارے کارنامے ختم ہو جاتے ہیں، مثلاً کسی بڑے نے کوئی دینی کام کیا اور اس کی اولاد میں وہ سلسلہ باقی نہ رہا تو وہ کام ہی ختم ہو جاتا ہے، اور کام کرنے والے کا نام بھی مٹ جاتا ہے، یہ چیزیں اب ختم ہوتی جارہی ہیں، اب تو ایک پشت سے زیادہ سلسلہ چلنا مشکل ہو رہا ہے، بڑوں کا اگر دینی سلسلہ باقی نہ رہے تو ان بڑوں کا کوئی نام لینے والا بھی نہیں ہوتا۔ شیخ فریدالدین عطار کتنے بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کے کارنامے کیا تھے؛ لیکن فریدی خاندان تو آج موجود ہے؛ لیکن ان کے کارنامے ان خاندانوں کی خصوصیات بھی آج باقی ہیں؟ کچھ بھی نہیں الا ماشاءاللہ آج کوئی جانتا بھی نہیں؛ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت کے لئے دیندار ہونے کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول کی، چنانچہ ہر زمانہ میں ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور پکے موحد رہے ہیں، شرک وبت پرستی کے زمانہ میں بھی وہ توحید پر قائم اور شرک سے بیزار رہے، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر تھا۔

عبادت وہی مقبول ہے جو شریعت وسنت کے مطابق ہو

وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ. (سورة البقرة، آیت: ۱۲۸)

اور ہم کو ہماری عبادتوں کے طریقے سکھا دے اور ہماری توبہ قبول فرمالے، بیشک تو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ متعین نہیں تھا، ہر شخص اپنے اپنے طریقہ کے مطابق عبادت کرتا تھا، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ ہم کو اپنی عبادت کا طریقہ سکھا دیجئے، کیونکہ اپنی تجویز اور اپنی رائے سے جو عبادت ہوتی ہے وہ عنداللہ مقبول نہیں،

اللہ کی بارگاہ میں وہی عبادت مقبول ہوتی ہے جو اللہ کے حکم اور نبی کے طریقہ کے مطابق ہو؛ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ ہم کو اپنی عبادت کا اور حج کا طریقہ سکھا دیجئے۔

صحیح علم کے بغیر اطاعت وعبادت ناممکن ہے

وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا : جب تک احکام شریعت کا صحیح علم نہ ہو تو حق تعالیٰ کی اطاعت وعبادت نہیں ہوسکتی، اطاعت اور عبادت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس کا صحیح علم ہو، اگر علم نہ ہوگا اور جہالت کے ساتھ عبادت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی صحیح عبادت نہ ہوگی؛ بلکہ خواہش نفس پر عمل ہوگا، بندوں کی اطاعت ہوگی، کتنے لوگ ہیں جو دین سمجھ کر، اللہ کی اطاعت سمجھ کر کام کرتے ہیں؛ لیکن صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے من مانی کرتے ہیں، یا محض نقالی کرتے ہیں، صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے صراط مستقیم سے نہ معلوم کتنی دور جا گرے، کتنی دور گمراہیوں میں جا پڑے؛ اس لئے صحیح علم اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ ہم کو عبادت کا طریقہ سکھا دیجئے، اللہ کی عبادت ہو اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو، وہی عبادت اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر جب نماز فرض ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ محمد کو جا کر نماز سکھاؤ، پڑھاؤ، چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو دن آپ کو نمازیں پڑھائیں، ایک دن تمام نمازیں اول وقت میں، دوسرے دن تمام نمازیں آخری وقت میں پڑھائیں اور یہ فرمایا کہ ان دونوں وقتوں کے درمیان اس نماز کا وقت ہے۔ حدیث پاک کی کتابوں میں ترمذی شریف وغیرہ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت کے محتاج ہیں

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ. (سورة البقرة، آيت: ۱۲۸)

اور ہماری توبہ قبول فرمالے، بیشک صرف تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا نقل فرما کر بندوں کو خصوصاً دینی کام کرنے والوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ بھی اسی طرح دعا کیا کریں، اس دعا کا حاصل یہ ہے کہ اے میرے رب! ہم پر برابر توجہ کرتے رہئے، رحم فرماتے رہئے، نظر عنایت فرماتے رہئے، ہم تو ہر وقت تیری نظر رحمت وعنایت کے محتاج ہیں، مجھ پر رحم کا عفو وکرم کا معاملہ فرمائیے، جو کام ہوتا

ہے وہ اللہ کی توفیق اور اس کی عنایت اور اسی کی توجہ سے ہوتا ہے، اس کی نظر رحمت نہ ہو، اس کی توفیق شامل حال نہ ہو تو بندہ کچھ نہیں کر سکتا۔

بڑوں کا عمل حجت تو نہیں لیکن اپنے چھوٹوں کی تربیت کے لئے بڑوں کو بہت سے کام کرنا چاہئے

دوران سبق کسی مناسبت سے ارشاد فرمایا: اپنے چھوٹوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت سے کام کئے جاتے ہیں، اگر آدمی کسی جگہ جائے اور وہاں کے لوگ اس کو مقتدا اور اپنا بڑا سمجھتے ہوں، اس کی بات مانتے ہوں، اس کے عمل کو صحیح سمجھتے ہوں، جن لوگوں کی حیثیت اس درجہ کی ہو کہ لوگ ان کے عمل کو دیکھ کر سند کا درجہ دیتے ہوں، یعنی ان کے عمل کی تقلید اور اس کی اتباع کرتے ہوں، ان کے نقش قدم پر چلتے ہوں، ایسے مقتدا حضرات کی بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے، ان کو چاہئے کہ ایسی کوئی حرکت نہ کریں، جس سے دوسروں پر برا اثر پڑے، اچھے کاموں کا اہتمام کریں، خواہ بتکلف ہی کریں، مثلاً نوافل پڑھنا بعد مغرب اوابین پڑھنا نہیں جی چاہ رہا ہے تب بھی پڑھے؛ لیکن پڑھے اللہ کے واسطے، دوسروں کو دکھلانے اور بڑا بننے کے لئے نہیں، نیت تو اختیاری عمل ہے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کے عمل کو دوسرے لوگ دیکھ کر اچھا اثر لیں گے، اس کی اتباع کریں گے، ان کا یہ عمل عملی تبلیغ اور صدقہ جاریہ کا مصداق ہوگا اور اخلاص میں کچھ کمی ہوگی تو ان مخلص عمل کرنے والوں کی برکت سے انشاء اللہ اس کے اندر بھی اخلاص کامل پیدا ہو جائے گا۔

گھر کے سرپرست اور خاندان کے بڑوں کی ذمہ داری

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ.
(سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۹)

اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک ایسا رسول بھی بھیجنا جو ان ہی میں سے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ گھر کے بڑے اور خاندان کے سرپرست کو چاہئے کہ اپنے گھر اور خاندان میں ایسا طریقہ ایجاد کرے، ایسی تدبیر اور کوشش کرے جس سے ان کا دین سنورے، ان کو دینی ترقی ہو، صرف دکان اور دنیاوی ترقی ہی پر اکتفا نہ کرے؛ بلکہ اس کے ساتھ ان کو دین پہنچانے اور دیندار بنانے کی بھی کوشش کرے، اس کی فکر کرے کہ آنے والی نسل میں دین باقی رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ یا اللہ ہماری نسل میں ایسا رسول بھیجئے جو ان کی اصلاح وتربیت کرے، ان کو دین سکھائے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طرز عمل سے معلوم ہوا کہ آدمی صرف اپنی ہی فکر نہ کرے؛ بلکہ اپنی فکر کے ساتھ گھر والوں کی بھی فکر کرے اور یہ سوچے کہ ہمارے بعد ہماری نسل میں دین باقی رہے گا یا نہیں؟ کیونکہ قیامت کے دن بندہ سے اپنے ماتحتوں اور اپنی اولاد کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا کہ ان کو دین پہنچایا تھا یا نہیں؟ اس لئے آدمی کو اس کی بھی فکر کرنا چاہئے، دعا اور تدبیر بھی کرنا چاہئے کہ آئندہ بھی ہماری ذریت میں دینی سلسلہ قائم رہے۔

ہر شخص کو دعا کرنا چاہئے کہ ہماری نسل میں علماء وصلحاء پیدا ہوں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ہمارے لئے بڑا سبق اور پیغام ہے وہ یہ کہ ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے بعد والوں کے لئے یعنی اپنی آل واولاد اور اپنی آنے والی نسل کے لئے اس بات کی فکر کرے، کوشش کرے، دعا بھی کرے کہ یا اللہ ہماری نسل میں دین باقی رہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو یہ دعا کی تھی کہ ہماری ذریت اور ہماری نسل میں نبی پیغمبر بھیجئے، اب نبوت کا سلسلہ تو ختم ہوگیا، نبوت کا دروازہ بند ہوگیا، اب یہ دعا تو نہیں کی جائے گی کہ میری ذریت میں نبی پیدا فرمادے، البتہ یہ دعا کرنا چاہئے کہ یا اللہ ہماری نسل میں علماء وصلحا اور اولیاء پیدا فرمادے، علماء انبیاء کے وارث اور جانشین ہوتے ہیں، وہ نبی کی نیابت میں نبیوں والے کام کریں گے؛ اس لئے یہ دعا کرے کہ یا اللہ ہمارے خاندان، ہمارے گھرانہ اور ہماری اولاد میں علماء پیدا فرمادے اور صرف دعا ہی نہ کرے؛ بلکہ اس کی کوشش بھی کرے، تدبیر بھی اختیار کرے جتنا بس میں ہو اتنا کرے، انشاء اللہ اس کی دعا پوری ہوگی۔

ہندوستان میں دو خاندان ایسے گزرے ہیں کہ نسلوں تک ان میں دین زندہ رہا

اسی مناسبت سے دوران سبق حضرت نے ارشاد فرمایا ہندوستان میں دو خاندان ایسے گزرے ہیں کہ کئی نسلوں تک ان میں علم اور دین رہا ہے اور اب بھی ہے، خاندان میں ایک سے بڑھ کر ایک صاحب علم وفضل اور صاحب کمال پیدا ہوتے رہے، ایک تو کاندھلہ کا خاندان یعنی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کا خاندان کہ ان میں ایک سے بڑھ کر صاحب علم ہوئے ہیں اور اب بھی ہیں، دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ ان دونوں خاندانوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے امت کو بہت فیض پہنچایا۔ لکھنؤ میں حضرت

مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلیؒ کا خاندان بھی علمی خاندان ہے، ان کے ذریعہ بھی امت کو فیض پہنچا۔

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ ان دو خاندان کے علاوہ اور بھی بعض خاندانوں کو اللہ نے یہ شرف بخشا ہے کہ ان میں تسلسل کے ساتھ اصحاب علم وفضل پیدا ہوئے، مثلاً حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا خاندان، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا خاندان، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا خاندان، تکیہ رائے بریلی میں حسنی خاندان، اس کے علاوہ اور بھی ہوں گے جو اس وقت احقر کے علم میں نہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ.

حضرت نے ارشاد فرمایا: عام طور پر آج کل ایسا مزاج بنتا جا رہا ہے کہ اچھے اچھے لوگوں نے لائن بدل دی، کئی بڑے عالموں کا نام لے کر ارشاد فرمایا کہ اتنے بڑے صاحب علم اور بزرگ، لیکن ان کی نسل کو کوئی ڈاکٹر ہے کوئی انجینئر، عالم دین کوئی نہیں، لوگوں کا مزاج ہی بدل گیا، ایک عالم صاحب کہہ رہے تھے کہ مولانا کیا کروں خرچ تک پورا نہیں ہوتا؛ اس لئے میں نے لائن بدل دی، خود تو عالم دین ہیں اور اولاد کو انگریزی پڑھا کر ڈاکٹر انجینئر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ مولانا میں نے لائن بدل دی؛ کیونکہ آج کل مولوی کی تنخواہ جو ہوتی ہے وہ تو بچوں کے دودھ ہی کے لئے کافی نہیں ہوتی؛ اس لئے میں نے لائن ہی بدل دی، سب کچھ دنیا ہی میں لینا چاہتے ہیں، ارے آدمی جس چیز کو اچھا سمجھے، نعمت سمجھے اللہ نے جو اس کو نعمت دی ہے اس کی قدر کرے، اس کی کوشش کرے کہ آنے والی نسل میں بھی وہ نعمت باقی رہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے اور اس کے لئے کوشش کے ساتھ دعا بھی کرے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی، دعا کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے، کوشش اور دعا کے بعد بھی اگر ناکامی رہے تو اللہ کے فیصلہ پر راضی رہے، بہت سے اللہ کے بندوں نے، علماء ومشائخ نے اپنی اولاد کے لئے علم وعمل کے لئے بہت کوششیں کیں کہ میرا بیٹا حافظ عالم بن جائے؛ لیکن اللہ کو منظور نہیں تھا، نہیں ہوسکا، سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے؛ اس لئے کسی سے بدگمان بھی نہ ہونا چاہئے کہ اتنے بڑے شیخ وعالم اور ان کی اولاد ایسی کیوں نہیں، سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور وہ اپنی قدرت کو دکھلاتا ہے، باقی مقدر کی روزی مل کر رہتی ہے، بندہ کچھ بھی کرے اور جو مقدر میں نہیں ہے، ہزار کوشش کے بعد بھی نصیب نہیں ہوگا۔

○❖○

مواعظِ صحابہؓ: ۳۹؍ویں قسط

مواعظ سیدنا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ

جمع وتشریح: الدکتور عمر بن عبداللہ اُستاذ کلیۃ الشریعۃ جامعۃ القصیم سعودیہ عربیہ
تسہیل وترجمانی: مولانا مفتی محمد اجمل قاسمی اُستاذ اَدب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

قرآن پاک کا دل پراثر

آپ ایک مرتبہ سورہ مطففین پڑھ رہے تھے، جب آیت کریمہ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (6) . (جس دن لوگ تمام عالم کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے) پر پہنچے تو رونے لگے اور اس سے آگے نہ پڑھ سکے۔ (الزہد لاحمد بن حنبل ۱۵۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت بتاتی ہے کہ قرآن کریم سے ان کا رشتہ کیا تھا، اور قرآن کریم کا ان کے دل پر اثر کیسا ہوتا تھا، امت کے سلف اور ان میں بھی بالخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قرآن کے ساتھ تعلق اسی انداز کا تھا، قرآن کریم پڑھتے ہوئے ان کے دل پر خشیت اور خوف خدا کی کیفیت طاری ہوتی تھی، جس کی وجہ سے آنکھیں آنسوؤں سے بہہ پڑتی تھیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جب قیامت میں اللہ کے حضور پیشی کا ذکر پڑھا، تو انہیں اپنے مالک کا یہ سوال یاد آ گیا جس میں اللہ نے انسان سے پوچھا ہے:

یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ، الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ، فِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ مَا شَآءَ رَکَّبَکَ. (الانفطار: ٦-٨)

اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے اس پرودگار کے معاملے میں دھوکا لگا دیا ہے، جو بڑا کرم والا ہے، جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے ٹھیک ٹھیک بنایا، پھر تیرے اندر اعتدال پیدا کیا، جس صورت میں چاہا اس نے تجھے جوڑ کر تیار کیا۔

اور جب اپنے مولا کا یہ سوال یاد آیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے دل پر قابو نہ رکھ سکے، اور بے اختیار رونے لگے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس طرح کے متعدد واقعات منقول ہیں، آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سورہ بقرہ کی آخری آیتیں جب بھی تلاوت فرماتے تو رونے لگتے، ان آیتوں میں اللہ رب العزت کا یہ ارشاد بطور خاص آپ کو رلاتا تھا:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (البقرة: ٢٨٤)	جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب اللہ ہی کا ہے، اور جو باتیں تمہارے دلوں میں ہیں خواہ تم اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تم سے ان کا حساب لے گا، اور پھر جس کو چاہے گا معاف کردے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

یہ آیت پڑھ کر فرماتے: کہ اللہ رب العزت کا ریکارڈ بڑا زبردست ہے۔ (الزہد لاحمد بن حنبل ص ۱۵۸)

[مترجم عرض کرتا ہے، ہرچند کہ دل میں جو بے ہودہ خیالات اور باتیں آدمی کے اختیار کے بغیر آتی ہیں، ان پر اللہ کی طرف سے آدمی کی پکڑ نہیں ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں اس کی وضاحت کردی ہے، مگر چونکہ اس آیت میں ایسی وضاحت نہیں ہے، جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ بے ہودہ باتیں دل میں اپنے اختیار سے لائی جائیں یا بے اختیار آئیں ان پر پکڑ ہوگی، پھر آگے اللہ کی مرضی جسے چاہے معاف کردے اور جسے چاہے سزا دے دے، اس لیے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی عنہما جب اس آیت کی تلاوت کرتے، تو آخرت کی پکڑ کا خوف ان پر طاری ہوجاتا اور اس خوف سے آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے، بسا اوقات ہم جیسے لوگوں کو صحابہ کی اس طرح کی باتوں کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے، اور ان کے خوف کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی، مگر حقیقت یہ ہے کہ جس کو اللہ سے جتنا قرب اور تعلق حاصل ہوتا ہے، اس کے دل میں خوف وخشیت کا اتنا ہی غلبہ ہوتا ہے، اور جو دل اللہ کے قرب سے جتنا محروم ہوتا ہے، وہ خشیت سے اتنا ہی عاری ہوتا ہے، پھر ایسے لوگوں کو اللہ کے مقرب بندوں کی خشیت کے احوال اچھی طرح کیسے سمجھ میں آسکتے ہیں۔]

حضرت نافع ہی ناقل ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلاوت فرماتے، تو رونے لگتے اور دیر تک روتے رہتے:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ	جو لوگ ایمان لائے ہیں، کیا ان کے لیے اب بھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے اور

وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْن.
(الحدید: ۱٦)

جو حق اترا ہے اس کے لیے پسیج جائیں، اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ بنیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ان پر ایک لمبی مدت گذر گئی، اور ان کے دل سخت ہوگئے، اور (آج) ان میں بہت سے نافرمان ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۱۱۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ ٹھنڈا پانی نوش فرمایا، تو رونے لگے، اور روتے روتے برا حال ہوگیا، آپ سے پوچھا گیا کہ اس قدر رونا کس بات پر آیا؟ فرمانے لگے کہ مجھے اللہ کی کتاب کی یہ آیت یاد آ گئی ''وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ....'' (سبا: ۵۴) ''اور ان (کافروں) اور ان کی خواہشات کے درمیان آڑ کردی جائے گی'' اور فرمایا: یہ بھی ظاہر ہے کہ کافروں کو جہنم میں ٹھنڈے پانی کی جتنی خواہش ہوگی اتنی کسی اور چیز کی نہیں ہوگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جہنم والے اللہ کے حکم سے جب کبھی جنت والوں سے بات کرنے کا موقع پائیں گے تو وہ کہیں گے:

وَنَادٰى اَصْحَابُ النَّارِ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِيْنَ.
(الأعراف: ۵۰)

اور دوزخ والے جنت والوں سے کہیں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی ہی ڈال دو، یا اللہ نے تمہیں جو نعمتیں دی ہیں، ان کا کوئی حصہ (ہم تک پہنچادو) وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں (لہٰذا تمہیں نہیں دی جاسکتیں) (مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۱۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ٹھنڈا پانی نوش کرکے جہنم میں کافروں کی سخت پیاس، اور پھر پانی طلب کرنے پر پانی سے محرومی کا منظر سامنے آیا، تو ان پر گریہ کا غلبہ ہوگیا۔

قرآن میں غور وفکر کرکے اس کے مضامین سے متأثر ہونا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں کوئی اتفاقی واقعہ نہیں تھا، بلکہ آپ ہمیشہ ہی قرآن پاک تدبر اور غور وفکر کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، حضرت نافع نے آپ کی تلاوت کا طریقہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: کہ نماز میں تلاوت کے دوران جب آپ کا گذر جنت کے تذکرے سے ہوتا تو آپ وہاں رک کر اللہ سے جنت کا سوال کرتے، اللہ سے

دعا کرتے اور روتے، اور جب جہنم کے تذکرے سے گزرتے تو وہاں رک کر اللہ سے دعا کرتے، اور دوزخ سے اللہ کی پناہ اور عافیت مانگتے۔ (الزہد لاحمد بن حنبل ۱۵۸)

بلاشبہ حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ طریقہ وہی تھا جو آپ نے اپنے استاذ اور معلم و مربی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا۔

کیسے مبارک تھے یہ لوگ جن کے دل ایمان کی روشنی سے معمور اور اللہ کی یاد سے زندہ تھے، جو ہر وقت قرآن کے ماحول میں رہتے تھے، اس کی آیات پر غور کرتے تھے، اور اسے اپنی زندگی کے لیے نمونۂ عمل بناتے تھے، سلامتی ہو ان پاکیزہ نفوس پر جن کے رتبے اللہ رب العزت نے اپنی کتاب کے ذریعہ بلند کیے، اور جنھوں نے کلام الٰہی کو پڑھا، برتا اور اس کا صحیح لطف حاصل کیا۔

یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے وہ وعظ تھے جو آپ نے زبان کے بجائے اپنے عمل سے دئے، ہم صحابہ کے تلاوت قرآن کا طریقہ پڑھیں، پھر اپنی تلاوت کے انداز اور طریقے پر غور کریں، ہم قرآن پڑھتے چلے جاتے ہیں، اور اس کے پیغام پر ذرا بھی غور نہیں کرتے، بلاشبہ قرآن کا بے سمجھے پڑھنا بھی ثواب سے خالی نہیں ہے، مگر تلاوت قرآن کی اصل برکت اور اس کا کامل فائدہ تو تبھی حاصل ہوگا جب آدمی اس کے الفاظ پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے معانی پر غور بھی کرتا جائے، اللہ رب العزت نے انسانوں کو قرآن میں غور وفکر کی دعوت دی ہے، چنانچہ فرمایا: ”كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيَاتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوْ الْاَلْبَابِ“ (ص 29) ”یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے تم پر اس لیے اتاری ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں، اور تاکہ عقل رکھنے والے نصیحت حاصل کریں“۔ اور دو جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (النساء۸۲ و محمد ۲٤) ”کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے“۔

قرآن کریم کو غور وفکر اور تدبر کے ساتھ پڑھنے سے اس کی اصل برکتیں حاصل ہوتی ہیں، دلوں میں صلاح وتقویٰ اور طبیعتوں میں سلامتی اور استقامت پیدا ہوتی ہے، اور قرآن پاک کے نزول کا مقصد بھی حاصل ہوتا ہے، اور اس طرح تلاوت سے قرآن کریم کی تلاوت کا حق بھی ادا ہوسکتا ہے، جو اللہ رب العزت کے نزدیک نہایت قابل تعریف چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کی تلاوت کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کمائی پاکیزہ ہوگی تو خرچ بھی پاکیزہ ہوگا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے ایک دفعہ فرمایا:

إذَا طَابَ الْمَكْسَبُ، زَكَتِ النَّفَقَةُ.

جب کمائی پاکیزہ ہوگی تو خرچ بھی پاکیزہ ہوگا۔

(الزهد لاحمد بن حنبل ص۱۵۷)

حضرت نے ان مختصر سے الفاظ میں صدقہ خیرات اور راہ خدا میں خرچ کئے جانے والے مال کی قبولیت کا ایک اہم اصول بتایا ہے، فرمایا: کہ حلال اور پاکیزہ ذریعہ سے کمایا ہوا مال جب اللہ کے راستے میں خرچ کیا جائے گا تو یہ خرچ بھی پاکیزہ ہوگا، اور پاکیزہ خرچ ہی اللہ کے یہاں قابل قبول ہے، جس پر اللہ تعالیٰ طرح طرح کے انعامات سے نوازتا ہے۔

آیئے اس مختصر ارشاد کی وضاحت کے لیے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد پڑھئے، آپ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَايَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ، بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ، فَقَالَ: (يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ) [المؤمنون ۵۱] وَقَالَ: (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ) [البقرۃ ۱۷۲] ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَارَبِّ، يَارَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ. (مسلم ۱۰۱۵)

لوگو! اللہ پاک ہے، اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے، اور اللہ نے (اس سلسلے میں) ایمان والوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے، چنانچہ رسولوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اے رسولو! پاکیزہ روزی سے کھاؤ، اور نیک اعمال کرو، بلاشبہ تم جو کرتے ہو میں اس سے باخبر ہوں" اور ایمان والوں سے فرمایا: "اے ایمان والو! ہم نے تمہیں جو پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ" پھر رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، پراگندہ حال اور میلا کچلا ہوتا ہے، (اور پریشانی کے عالم میں) اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یارب یارب پکارتا ہے، حالاں کہ اس کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے، پینا بھی حرام ہوتا ہے، پہناوا بھی حرام ہوتا ہے، اور غذا بھی حرام کی دی گئی ہے، تو پھر ان باتوں کی وجہ اس کی دعا آخر کیسے قبول ہو؟

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ پاکیزہ اور حلال روزی کھانے سے ہی عمل پاکیزہ اور اللہ رب العزت کے یہاں قابل قبول بنتا ہے، اور حرام مال کھانے سے عمل برباد ہو جاتا ہے، اور اس لائق نہیں رہتا کہ اللہ کے یہاں قبولیت پائے۔

آج لوگوں میں حلال کمائی کے سلسلے میں سخت غفلت اور لاپروائی پائی جاتی ہے، آدمی سود، رشوت، چوری، لوٹ کھسوٹ اور دوسرے حرام طریقوں سے پیسہ کماتا ہے، پھر اس پیسے میں سے صدقہ خیرات اور قربانی وغیرہ کرتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ اللہ اسے قبول کرلے گا، اور اسے ثواب عطا فرمائے گا، مگر یہ اس کی خام خیالی ہے، ایسا خرچ نہ اللہ کے یہاں قبول ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر ثواب ملتا ہے، اس لیے اللہ پاک ہے اور پاک چیز ہی کو پسند کرتا ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا صدقہ وخیرات پاک ہو تو آپ کو اپنی آمدنی اور کمائی بھی پاک کرنی پڑے گی، اس کے بغیر صدقہ وخیرات کے پاک ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔

[مترجم عرض کرتا ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی حرام مال ہے، تو فوراً اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر کرنی چاہیے، اگر وہ مال کسی دوسرے شخص کا ہے جو ناجائز طریقے سے آپ نے حاصل کر رکھا ہے، تو حق دار کے معلوم ہونے کی صورت میں اس کا مال اس کو واپس کردے، اور اگر ادائیگی کے لیے پیسے نہیں تو اس کی خوشامد کرکے وہ حق معاف کروائے، اور اگر حق دار معلوم نہیں، یا کسی وجہ سے واپسی ممکن نہیں ہے تو پھر بلا نیت ثواب اپنی جان چھڑانے کے لیے کسی محتاج پر اسے صدقہ کردے۔ (فتاوی شامی مطلب فیمن ورث مالا حراما ۵/ ۵۵ ط سعید)]

بلاشبہ مال حرام اگر زیادہ ہو تو اسے واپس کرکے یا صدقہ دے کر چھٹکارا حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، لیکن اگر سود اور حرام مال کھانے کا وبال اور آخرت میں اس کی وجہ سے ملنے والے عذاب کو آدمی یاد رکھے تو ہر قیمت پر وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔

ہمارے سلف صالحین اور بزرگان دین کے یہاں حلال ذریعے سے مال کمانے اور حرام سے پرہیز کا بڑا اہتمام پایا جاتا تھا، اس لیے کہ انہیں یقین تھا کہ حرام کمائی کا دل پر بھی برا اثر ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے عبادت اور صدقہ وخیرات بھی قبول نہیں ہوتے، بلکہ حرام مال کا اثر بیوی بچوں کے مزاج اور بول برتاؤ پر بھی پڑتا ہے، اسی وجہ سے علامہ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”حلال روزی کھانا نبی کریم ﷺ کے طریقے کی اہم ترین خصلتوں میں سے ایک ہے“۔ (کشف الکربۃ ص ۲۲)

○❖○

موسمِ سرما، نعمت عظمیٰ

مفتی محمد عفان منصور پوری (صدرالمدرسین واستاذِ حدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ)

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بسنے والے انسانوں کو بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، پیدائش سے لے کر موت تک اللہ تعالیٰ کے فیضان کرم کا اور نعمتوں کا ایک ایسا تسلسل ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا، ہماری زندگی کا ہر ہر لمحہ اللہ کے فضل وکرم، عنایت وتوجہ کے نتیجہ میں گزرتا ہے، اگر باری تعالیٰ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی نصرت وکرم کا ہاتھ کھینچ لیں تو اسی وقت ہماری زندگی کا چراغ گل ہو جائے، اندر کی سانس اندر رہ جائے اور باہر کی سانس باہر رہ جائے اور انسان کی چلتی گاڑی رک جائے اور تھم جائے، ایک ایک نعمت اللہ رب العزت والجلال نے ایسی مرحمت فرمائی ہے کہ ساری دنیا اور دنیا میں موجود خزانے مل کر اس ایک نعمت کا بدل اور اس کی قیمت نہیں بن سکتے، انسان اپنے جسم پر ہی غور کرے جو اعضاء اللہ نے انسانی جسم کو عطا فرمائے جو جوڑ اللہ نے انسانی جسم کے اندر رکھے وہ کتنے بے مثال اور کتنے قیمتی ہیں؛ کیونکہ پیدائشی طور پر یہ جسم ہمارے پاس ہوتا ہے، ہم من چاہے طریقہ سے زبان استعمال کرتے ہیں، من مرضی کے مطابق آنکھوں کا استعمال کرتے ہیں، ہاتھوں اور پیروں کا استعمال کرتے ہیں، سچائی یہ ہے کہ ہمیں جسم کے ان اعضاء کی قدر وقیمت کا وہ احساس نہیں ہوتا جو ہونا چاہیے؛ لیکن خدانخواستہ جب کوئی اللہ کا بندہ کسی نعمت سے محروم ہوتا ہے، تب اس کو احساس ہوتا ہے کہ اللہ نے فلاں نعمت کی شکل میں کتنی عظیم الشان دولت مجھے عطا فرما رکھی تھی، یہ آنکھیں اگر دیکھنا بند کر دیں تب انسان کو احساس ہوگا کہ بینائی کتنی بڑی نعمت ہے، اس زبان پر اگر تالا لگ جائے تب انسان کو احساس ہوگا کہ زبان کا چلنا اللہ پاک کی جانب سے کتنی عظیم الشان عطا کردہ نعمت ہے، ان ہاتھوں اور پیروں کا حرکت کرنا اگر رک جائے تب انسان کو احساس ہوگا کہ انگلیوں کا کسی چیز کو پکڑنا اور قدم کا کسی جانب اٹھنا یہ اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہے، انسان کبھی ٹھنڈے دل سے سوچے چوبیس گھنٹے میں کم سے کم دو چار منٹ تو اس کام کے لئے نکالے کہ ساری کائنات میں ساری دنیا میں اور خود اس انسان کے وجود میں اللہ نے جو نعمتیں نازل فرمائی ہیں وہ کیسی عظیم الشان ہیں چند منٹ

کے لئے ،اس تصور کے نتیجہ میں بھی اللہ اس کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائیں گے، جب انسان دومنٹ کے لئے آنکھ جیسی عظیم نعمت کے بارے میں سوچے گا تو لازمی طور پر اس کے دل میں اللہ رب العزت والجلال کی بارگارہ میں شکر کی ادائے گی کا جذبہ پیدا ہوگا، میرا مالک کتنا کریم ہے اور کیسا مہربان اور رحیم ہے کہ جس نے مجھے اتنی عظیم الشان نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے اور جو انسان شکر ادا کرنے والا بن جاتا ہے اللہ رب العزت والجلال پھر اس پر نعمتوں کی برسات فرماتا ہے، یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے: ''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ'' میری نعمتوں کے قدردان اور شکر گزار بنو گے تو میں تمہیں مزید نعمتیں عطا کروں گا اور اگر تم میری نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری میں زندگی گزاروگے تو یاد رکھو میری پکڑ بھی بہت سخت ہوتی ہے، میں جس طرح نعمتوں کو دینے پر قادر ہوں، اسی طرح نعمتوں کو چھیننے پر بھی قادر ہوں اور اللہ جب کوئی فیصلہ کرنے پر آتے ہیں تو دنیا کی کوئی بھی طاقت اللہ کو اس فیصلہ سے روک نہیں سکتی، یہ تو اللہ کی شان کریمی اور شان رحیمی ہے کہ ہم صبح سے شام تک اس کے احکامات سے روگردانی کرتے ہوئے اس کی یاد سے غافل ہوکر زندگی گزارتے ہیں، فرائض وواجبات کو بھی ادا نہیں کرتے اور پوری ڈھٹائی کے ساتھ اللہ کی ناراضگی کو مول لینے والے کام کرتے ہیں، پھر بھی اللہ نہ تو دانہ بند کرتا ہے اور نہ پانی بند کرتا ہے، نہ روٹی بند کرتا ہے، رہنے کو بہترین مکان بھی دیتا ہے، کاروبار بھی بڑھتا رہتا ہے، آمدنی بھی ہوتی رہتی ہے اور ضروریات بھی پوری ہوتی رہتی ہیں، ورنہ اللہ چاہے تو نقد بداعمالیوں کی سزا میں ہمیں مبتلا کردیں؛ لیکن اللہ کی جو رحمت ہے وہ ان کے غضب کے اوپر غالب اور حاوی رہتی ہے اور اپنے بندوں کی ان بداعمالیوں کو باری تعالیٰ نظر انداز فرماتے رہتے ہیں، اس امید پر کہ آگے چل کر کبھی تو اس کو اپنے گناہوں پر شرمندگی اور ندامت کا احساس ہوگا اور یہ میرے در پر مغفرت اور معافی کی بھیک مانگنے کے لئے آئے گا، تو میں اس کے سارے گناہ معاف کردوں گا، انسان بڑے سے بڑا جرم کرلے، اگر سچے دل سے اللہ کی بارگاہ میں تائب بن کر آئے گا تو اللہ ایسے رحیم ہیں غفور ہیں کہ وہ اس کی گزری ہوئی زندگی پر نگاہ نہیں ڈالیں گے؛ بلکہ اس کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے (۷۰) ستر سالہ زندگی بھی اگر اس نے نافرمانی میں گزاری ہوگی تو اللہ معاف فرمادیں گے۔

آیت قرآنیہ ہے: قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ آپ کہہ دیجئے، آپ اعلان کردیجئے کہ میرے وہ بندے جنہوں نے گناہ پر گناہ کرکے اور بداعمالیوں پر

بداعمالیاں کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (سورۃ الزمر، آیت: ۵۳) اللہ پاک سارے گناہوں کو یک بارگی معاف فرما دیتے ہیں، وہ تو ہیں ہی بہت بخشنے والے، معاف کرنے والے، مہربانی کرنے والے۔ یہ آیت تسلی ہے، اللہ کے ان بندوں کے لئے جن کی زندگی معاصی میں ڈوب کر گزرتی ہے، اگر وہ سچے دل سے گناہوں کے سلسلے میں شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ سے معافی مانگیں گے، تو اللہ پاک ان کی فریاد کو رد نہیں فرمائیں گے؛ بلکہ ان کے لئے عفو و درگزر کا فیصلہ فرمائیں گے۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أُبَالِيْ. اے انسان! تو مجھے کیا سمجھتا ہے؟ اللہ فرما رہے ہیں کہ میری شان غفاری کا اور بندوں کو درگزر کرنے اور معاف کرنے کا یہ عالم ہے اگر تو نے اتنے گناہ کئے ہیں کہ اگر ان کا چٹا لگایا جائے تو زمین سے آسمان تک گناہوں کا چٹا لگ جائے، پھر بھی اگر تو میرے پاس آئے گا اور سچے دل سے معافی کا طلب گار بنے گا تو میں تجھے فوراً معاف کر دوں گا اور مجھے کسی کی پروا بھی نہیں کوئی مجھ سے سوال کرنے والا نہیں کہ رب العالمین آپ نے اتنے بڑے مجرم کو کیوں معاف کر دیا۔ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُوْنَ. اللہ کے فیصلے پر کوئی انگلی رکھنے والا نہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں؛ البتہ اللہ کے بندے اگر کوئی کام کریں گے، ان سے باز پرس ہوگی اور سوال و جواب ہوگا، تو یہ شان ہے میرے مالک کی، اس اعتبار سے ہماری ذمہ داری اور فریضہ کیا ہے؟ جس مالک نے ہمیں اتنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، ہم اپنی زندگی کو اس کی مرضی کے تابع بنائیں، ہم اپنی خواہشات کی غلامی کرنے والے نہ بنیں؛ بلکہ ہم اللہ کے مرضی کی غلامی کرنے والے بنیں، اگر ہم نے دنیا کی زندگی کو اللہ کے منشا کے مطابق گزار دیا، دنیا سے چلے جانے کے بعد جو ہمیشہ ہمیش کی زندگی شروع ہوگی، اللہ اس زندگی کو ہماری مرضی کے مطابق بنائیں گے، پھر وہاں جیسا ہم چاہیں گے ویسا ہوگا، جو ہماری خواہش ہوگی اس کو پورا کیا جائے گا، جنت ہمارا مقام ہوگا اور جنتیوں کے لئے قرآن نے وعدہ کیا ہے: لَكُمْ فِيْهَا مَاتَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ. تمہارے لئے جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جو تم چاہ رہے ہوگے، صرف چاہت کی دیری ہوگی، اگلے لمحہ وہ چیز آپ کے سامنے ہوگی، جس چیز کا جنتی مطالبہ کرے گا وہ اللہ کے حکم سے پلک جھپکتے اس کے سامنے آجائے گی۔

خواہش کب پوری ہوگی

لیکن ہماری یہ خواہش کب پوری ہوگی، جب دنیا کی زندگی کو ہم اپنی خواہشات کے تابع نہ بنا کر اللہ کی مرضی کے تابع بنائیں گے، اللہ کی غلامی کرتے ہوئے جب ہم دنیا میں زندگی گزاریں گے تو اللہ رب العزت والجلال دونوں جہاں کی سعادتیں سرخروئی، عزت وشرف اور کامیابی اور کامرانی کو ہمارا مقدر فرمائیں گے۔

باری تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کو شمار کرایا جائے اور گنا جائے، دنیا میں جو موسم آتے ہیں اور موسموں کے اعتبار سے جو تبدیلی دنیا کے اندر ہوتی ہے یہ بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، کبھی سردی کا موسم ہوتا ہے، کبھی برسات ہوتی ہے، کبھی گرمی ہوتی ہے، اگر بارہ مہینے ایک ہی جیسا موسم رہے تو آدمی اُوب جائے، اکتا جائے، بور ہو جائے اور کتنے کام اس کے پورے نہیں ہوں گے، اگر یکساں موسم سال بھر رہے تو بھی مسائل پیدا ہوں گے۔ کھیتی باڑی کرنے والے لوگ جانتے ہیں کہ کس موسم میں بیج زمین میں ڈالا جاتا ہے، کس موسم میں سینچائی کی جاتی ہے، کب پیداوار ہوتی ہے، موسموں کے اعتبار سے کھیتیاں تیار ہوتی ہیں، باغ تیار ہوتے ہیں، اگر بارہ مہینے ایک جیسا موسم رہے تو پیداوار میں کتنی کمیاں آجائیں گی اور قدم قدم پر دقتوں کا اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، دنیا والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے سسٹم ایسا بنایا ہے، موسم کی پَرَت بدلتی رہتی ہے، کبھی سردی ہے، کبھی گرمی ہے، کبھی برسات ہے، کبھی بہار ہے، کبھی خزاں ہے، کبھی پت جھڑ ہے اور ہر موسم کے اندر وہ خصوصیت ہے جو دوسرے موسم میں نہیں پائی جاتی، سردی کے جو امتیازات وفوائد ہیں وہ گرمی میں آپ کو نہیں ملیں گے، گرمی کے جو فوائد ہیں وہ برسات میں آپ کو نہیں ملیں گے، برسات کے جو فوائد ہیں وہ سردی میں آپ کو نہیں ملیں گے، موسموں کی یہ تبدیلی بھی اللہ کی قدرت کا شاہکار ہے اور باری تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا: تَبَارَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا. (سورۂ فرقان، آیت:۶۱) بڑی بابرکت ہے وہ ذات، بہت محترم اور مقدس ہے وہ ذات کہ جس نے آسمانوں میں برج بنایا، منزلیں بنائیں اور آسمان میں چمکتا سورج پیدا کیا اور منور چاند بنایا۔ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا. (سورۂ فرقان، آیت:۶۲) اور اللہ کی ذات وہ ذات ہے جس نے رات ودن کو یکے بعد دیگرے آنے والا بنایا، ایسی ڈیوٹی اللہ نے دن ورات کی لگادی کہ دن ختم ہوتا نہیں کہ

رات شروع ہو جاتی ہے، رات پوری ہوئی نہیں کہ دن کی روشنی آنی شروع ہو جاتی ہے، ایسا سسٹم اور نظام اللہ نے بنا رکھا ہے کہ جس میں کبھی کوئی تخلف نہیں ہوتا، دنیا میں چاہے کچھ بھی ہو جائے لیکن رات و دن کے نظام میں ذرہ برابر بھی اونچ نیچ پیش نہیں آتی، یہ سب اللہ کی قدرت کا شاہکار ہے اور جو آدمی موسموں کی تبدیلی اور دن ورات کے آنے جانے سے نصیحت حاصل کرنا چاہے، وہ اس سے بھی نصیحت حاصل کرسکتا ہے جو اللہ کا شکر گزار بننا چاہے، وہ ان نعمتوں پر بھی غور کر کے اللہ کا شکر گزار بن سکتا ہے، ان سب چیزوں پر بھی خاص طور پر اہل ایمان کو غور کرنا چاہئے، اللہ کے قدرت کے نظام کو سوچنا چاہئے، جب اس پر غور کرتے ہیں تو ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ کی ذات پر مزید اعتماد اور بھروسہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے عقیدے کے اعتبار سے پختگی اور مضبوطی انسان کو حاصل ہوتی ہے۔

سردی کے موسم کے فوائد

آج کل سردی کا موسم شروع ہو چکا ہے، ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ دینی اور اسلامی نقطہ نظر سے اس موسم میں ہمارے لئے کیا فوائد ہیں؟ ہم تو سردی کے موسم کے بارے میں تو بس اتنا جانتے ہیں کہ اس میں ٹھنڈک پڑتی ہے، اس سے بچاؤ کے لئے موٹے موٹے کپڑے پہنتے ہیں، آگ جلا کر ہاتھ تاپنے پڑتے ہیں، گھروں میں ایسے انتظامات کرنے پڑتے ہیں کہ سردی نہ لگے، آرام کے ساتھ رات گزر جائے موٹے موٹے لحاف اوڑھنے پڑھتے ہیں، کمبل استعمال کرنے پڑتے ہیں، سردی کا تصور آتے ہی یہ ساری چیزیں ہمارے ذہن میں آنے لگتی ہیں، لیکن ہمیں اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ دینی اعتبار سے اس موسم میں ہمارے لئے کیا کیا فوائد ہیں؟ یہ تو وہ چیزیں ہیں جن کا احساس سردی آنے پر دنیا میں بسنے والا ہر انسان کرتا ہے، مسلمان بھی کرتا ہے، غیر مسلم بھی کرتا ہے، سکھ بھی کرتا ہے، عیسائی بھی کرتا ہے، سردی سب کو برابر لگتی ہے اور سب اس سے بچاؤ کا انتظام کرتے ہیں، اگر ہم بھی سردی کے حوالہ سے صرف اتنا ہی سوچیں گے اس سے آگے کچھ نہیں سوچیں گے تو ایمان والوں میں اور غیر ایمان والوں میں فرق کیا رہ جائے گا، ہمیں تو اس بات پر غور کرنا ہے کہ ہمارے مذہب میں اور پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے فرامین وارشادات میں سردی کے حوالہ سے کیا پیغام دیا گیا۔

موسم بہار

چنانچہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''اَلشِّتَاءُ رَبِیعُ الْمُؤْمِنِ طَالَ لَیْلُهٗ فَقَامَ، وَقَصَرَ نَهَارُهٗ فَصَامَ'' سردی کا موسم یعنی موسم سرما مسلمانوں کے لئے بہار کا موسم ہے، بہار کا موسم وہ موسم کہلاتا ہے جس میں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ دیکھائی دیتا ہے، کھیتیاں لہلہا رہی ہوتی ہیں، ٹھنڈی ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہوائیں چلتی ہیں، فضا اتنی خوشگوار ہوتی ہے کہ صبح سے شام تک کھیتوں میں کام کرنے والا محنت ومزدوری کرنے والا انسان بھی تھوڑی دیر کے لئے درخت کے چھاؤں میں بیٹھ کر ٹھنڈا پانی پیتا ہے اور ہوا کے جھونکوں کا سامنا کرتا ہے تو اس کی ساری تھکان اتر جاتی ہے، طبیعت کھل جاتی ہے، غیر معمولی فرحت وانبساط اور سرور انسان کو اس میں حاصل ہوتا ہے، یہ موسم موسم بہار کہلاتا ہے، پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مسلمان کے لئے موسم بہار سردی کا موسم ہے؛ کیوں؟ اس کی دو وجہیں آپ نے بیان فرمائی ہیں۔

تہجد کے فوائد

پہلی وجہ ارشاد فرمائی طَالَ لَیْلُهٗ فَقَامَ، سردی کا موسم مسلمان کے لئے بہار کا موسم اس وجہ سے ہے کہ سردی میں راتیں لمبی ہوتی ہیں اور لمبی راتوں کے آخری پہر میں اٹھ کر دو چار رکعات پڑھنا کسی مسلمان کے لئے کوئی مشکل کام نہیں، یہ راتیں اللہ نے آرام کرنے کے لئے اطمینان وسکون حاصل کرنے کے لئے عطا فرمائی ہیں؛ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ رات کے آخری پہر کے تھوڑے سے حصہ کو میری یاد کے لئے بھی فارغ کرلیا کرو اور اللہ اپنے ان بندوں کو محبت بھری نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اپنی دریائے رحمت کا رخ ان خوش نصیب بندوں کی جانب فرمادیتے ہیں جو رات کے آخری پہر میں اٹھ کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر راز ونیاز میں مشغول ہوتے ہیں، دنیا سوئی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اللہ کے کلام کی تلاوت کررہے ہوتے ہیں، ان کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں، یا نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، تو اللہ کی رحمت براہ راست ان کی جانب متوجہ ہوتی ہے، رات کے آخری پہر میں اٹھ کر عبادت کرنا سردیوں کی لمبی راتوں میں مسلمان کے لئے آسان ہے، اگر وہ ارادہ کرلیں اور اگر ارادہ ہی نہیں ہے تو پھر تو فجر کی نماز کے ہی لالے پڑے رہتے ہیں، رات کو اٹھنا تو بہت دور کی بات ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ امت کو یہی پیغام دے رہے ہیں کہ موسم سرما کو تم اپنے لئے غنیمت جانو اور ان لمبی لمبی راتوں میں عبادت کرنے کی ایسی عادت بنالو کہ پھر

ساری زندگی رات میں عبادت کا ایسا مزہ تمہیں لگ جائے کہ کبھی بھی تم اس عبادت سے غافل نہ ہو۔ ذرا تصور کیجیے کتنی لمبی رات ہے، اگر آدمی ساڑھے سات بجے، آٹھ بجے عشاء کی نماز سے اور اپنی ضروریات سے فارغ ہوکر نو بجے بھی اپنے بستر پر جارہا ہے، دس بجے بھی جارہا ہے تو سوتے سوتے تھک جائے گا اور صبح نہیں ہوگی، اگر ہم دس بجے بھی بستر پر جائیں تو پانچ بجے تک ہم آرام سے نیند لے سکتے ہیں اور پانچ بجے اٹھ کر جتنی اللہ توفیق دیں دو رکعات چار رکعات، چھ رکعات، آٹھ رکعات نفل کی تہجد کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں، جو بیس گھنٹے میں اس وقت جو عبادت کا ثواب ہے کسی اور وقت کا وہ ثواب نہیں مل سکتا۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا: أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ. انسان پروردگار عالم کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری پہر میں عبادت کے وقت پہنچتا ہے، اللہ کا تقرب جس انسان کو حاصل ہو جائے، اس کی دنیا بھی بن گئی آخرت بھی سنور گئی۔

شب بیداری کی عادت

جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ. اے لوگو! اپنی راتوں کو زندہ کرنے کی عادت ڈالو، شب بیدار بنو، شب زندہ دار بنو، رات کے کچھ حصہ کو تو اللہ کی عبادت کے لئے فارغ کرو؛ کیوں اس لئے کہ فَإِنَّهُ دَابُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَ اِنَّ قِيَامُ اللَّيْلِ قُرْبَةٌ اِلَى اللّٰهِ، وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ وَتَكْفِيْرٌ لِلسَّيِّئَاتِ، وَمَطْرَدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ. (ترمذی شریف ۲/۱۹۵) اور قیام لیل کی نماز اللہ سے قربت حاصل کرنے اور گناہوں سے دور رہنے کا ذریعہ ہے، اور گناہوں کے لئے کفارہ ہے اور جسم سے امراض اور بیماری کو دور کرنے والی ہے، تم سے پہلے جتنے نیک لوگ دنیا کے اندر آئے سب کا یہی طریقہ اور معمول رہا ہے، قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے، ان کی تعریف کرتے ہوئے، اور ان کی عظمت شان کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا. میرے مخصوص اور مقرب بندے وہ ہیں جن کی راتیں سجدہ کرتے ہوئے اور میری بارگاہ میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہوئے گزرتی ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ. اللہ کے نیک بندوں کی صفت یہ ہوتی ہے رات میں ان کے پہلو آرام گاہوں سے علاحدہ ہوتے ہیں، بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں، وہ رات کے آخری پہر میں اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں، اللہ سے فریاد کرتے ہیں، اس کے حضور روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں، آہ وزاری کرتے ہیں، نماز میں بھی پڑھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، ذکر

کرتے ہیں، باری تعالیٰ کی نعمتوں کی امید رکھتے ہوئے اور اس کے عذاب اور گرفت سے ڈرتے ہوئے یہ شان ہے اللہ کے نیک بندوں کی، سردی کی ان لمبی راتوں میں بھی اگر ہم نے رات کے آخری پہر میں بھی اٹھنے کی عادت نہ بنائی تو چھوٹی راتوں میں اٹھنا تو ہمارے لئے اور زیادہ مشکل ہو جائے گا۔

اللہ کے تقرب کا ذریعہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَقُـرْبَةٌ إِلٰى رَبِّكُمْ. رات میں اٹھوگے تو اللہ کا قرب تمہیں حاصل ہو جائے گا اور اللہ کا قرب جس کو مل گیا تو اس کو تو سب کچھ مل گیا، دنیا میں انسان چھوٹے چھوٹے عہدے داروں کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے، پردھان جی سے قرب ہو جائے، چودھری صاحب سے قرب مل جائے، ایم ایل اے اور ایم پی سے قرب حاصل ہو جائے تو آدمی بڑا خوش ہوتا ہے اور سینا چوڑا کر کے چلتا ہے کہ اب میرا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا؛ کیونکہ میری رسائی وہاں تک ہے، اللہ جو احکم الحاکمین ہے، بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، کائنات کے نظام کو چلانے والے ہیں، جن کی مرضی کے بغیر درخت کا کوئی پتہ حرکت نہیں کر سکتا، ان سے اگر کسی کا تعلق جڑ جائے تو اس کی کیا شان ہوگی، کیا مقام ہوگا، کیا مرتبہ ہوگا؟ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں، اگر راتوں کو زندہ کروگے تو مالک کا قرب تمہیں حاصل ہوگا تہجد پڑھوگے تو تمہارے گناہوں پر پانی پھیر دیا جائے گا اور بالکل معاف کر دیا جائے گا۔

گناہوں سے حفاظت

پھر فرمایا: وَمَنْهَـاةٌ عَنِ الْإِثْمِ. رات میں اٹھ کر عبادت کرنے کا فائدہ یہ ہوگا تمہاری روح تمہارا باطن، تمہارا دل اتنا پاکیزہ ہوگا کہ وہ خوشبو میں بسنے لگے گا، نیکیوں کی طرف طبیعت چلے گی اور برائیوں سے نفرت دل کے اندر پیدا ہو جائے گی، دل تو اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے، جس طرف کو چاہے انسان کے دل کو پھیر دے، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: راتوں میں اٹھنے کا اگر معمول بناؤگے تو اللہ تمہارے دلوں میں گناہوں کی نفرت پیدا فرمائیں گے، خود بخود تم گناہوں سے بچنے لگوگے اور سنت وشریعت پر چلنا تمہارے لئے آسان ہو جائے گا اور آخری چیز پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے ذکر فرمائی: وَمَطْهَـرَةٌ لِدَاءٍ عَنِ الْجَسَدِ. اور راتوں میں اٹھ کر عبادت کرنا انسان کے جسم سے بدن سے بیماریوں کے دور ہونے کا باعث اور ذریعہ بنے گا۔ آج کون انسان ایسا ہے کہ جو کسی طرح کی جسمانی بیماریوں میں

مبتلا نہ ہو، طرح طرح کی بیماریاں ہیں، طرح طرح کے امراض ہیں کہ جس کا شکار انسان ہوتا ہے، پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام ضمانت دے رہے ہیں کہ رات میں اٹھنے کی عادت بناؤ گے تو اللہ پاک تمہاری روح کو بھی پاکیزگی عطا فرمائیں گے اور تمہارے جسم اور بدن کو بھی تندرستی اور توانائی سے سرفراز فرمائیں گے۔

اس لئے میرے بھائیو اور بزرگو! ہمیں اس موسم کی قدر کرنی چاہئے اور ان لمبی لمبی راتوں میں اللہ پاک کی رحمتوں کا جو دریا بہتا ہے، اس کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی کوشش کرنی چاہئے اور رات کے آخری پہر میں اٹھنے کا معمول بنانا چاہئے، عادت ڈالنی چاہئے؛ لیکن کیا کہا جائے افسوس ہوتا ہے اپنے سماج اور معاشرے کی صورت حال کو دیکھ کر، اب مزاج ایسا بن گیا ہے کہ جلدی کسی کو نیند آتی ہی نہیں اور جب سے یہ ملٹی میڈیا موبائل چلے ہیں اور ان کا غلط استعمال عام ہوا ہے نوجوانوں کی دلوں کی دھڑکن یہ موبائل بنے ہیں تو بارہ بج جائے، ایک بج جائے، دو بج جائے نیند قریب کو پھٹکتی ہی نہیں اور اسی میں آدمی لگا رہتا ہے، لمبی راتوں کو اللہ کی عبادت کے لئے فارغ کرنے کے بجائے اسے اور زیادہ موقع مل جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے اعمال کو انجام دینے کا، جب رات میں اٹھنے کی تیاری کرنی چاہئے، اس وقت شیطان لوریاں سنا سنا کر تھپکیاں دے دے کر، ایسی گہری نیند سلاتا ہے کہ صبح گیارہ بجے، بارہ بجے جا کر ان کی صبح ہوتی ہے، تب یہ آنکھوں پر ہاتھ ملتے ہوئے گھروں سے باہر نکلتے ہیں، سروے کر لیجئے اپنے گاؤں کا، اپنے محلے کا مسلم علاقوں کا، پچاس فیصد سے زائد لوگ آپ کو ایسے ملیں گے جن کی زندگی میں مہینوں ایسے گزر گئے ہوں گے کہ انہوں نے صبح کی نورانی کرنوں کو اور آفتاب کے نکلنے کے وقت کو نہیں دیکھا ہوگا، ان کا یہ وقت سوتے ہوئے ہی گزر رہا ہوگا جس نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرنا چاہئے تھا، ہم میں سے ایک بہت بڑا طبقہ اس نماز کو پابندی کے ساتھ قضا کرتا ہے، فجر کی نماز کے سلسلہ میں اچھے خاصے دین دار سمجھے جانے والے لوگ بھی یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ مولانا صاحب فجر کی نماز نہیں پڑھی جاتی، وہ تو چھوٹ ہی جاتی ہے، بستر پیچھا چھوڑتا ہی نہیں، ایسا لگتا ہے جیسا کہ چمبک لگا دیا ہو، جب بارہ بجے، ایک بجے سوئیں گے تو پھر فجر میں اٹھنے کا مطلب کیا ہے، جلدی سوئے آدمی اور جلدی اٹھنے کا معمول بنائے تو اللہ کا تقرب اس کو حاصل ہوگا۔

آج ہم جذبات اور اپنے شوق سے مغلوب ہو کر زندگی کے قیمتی اوقات کو ضائع کر دیتے ہیں اور کل ہمیں اپنے کئے ہوئے پر ندامت و شرمندگی ہوگی تو اس وقت ہمارے پاس کرنے کے لئے کوئی کام نہ ہوگا۔ اللہ رب العزت والجلال وقت پر ہم سب کو سمجھنے کی اور صحیح راہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ❍❖❍

ساتویں قسط

سلفِ صالحین کے

روشن ملفوظات وواقعات

جمع وترتیب: شیخ ابویحییٰ زکریا بن غلام قادر حفظہ اللہ تعالیٰ
تلخیص وترجمانی: محمد سلمان منصور پوری

بدعت اور اہلِ بدعت سے اجتناب

○ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اِرشاد ہے: ''اَلاِقْتِصَادُ فِيْ السُّنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْاِجْتِهَادِ فِيْ الْبِدْعَةِ'' (سنت پر میانہ روی بدعت میں جدوجہد سے بہتر ہے)(الزہد للامام احمد ۱۹۸، من اَخبار السلف الصالح ۳۸)

○ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''سنت وشریعت کی پیروی کرو، اور بدعات میں مت پڑو، یہی تمہارے لئے کافی ہے؛ اِس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے''۔(البدع لابن وضاح ۴۳، من اَخبار السلف الصالح ۳۸)

○ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد ہے: ''عَمَلٌ قَلِيْلٌ فِيْ سُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ كَثِيْرٍ فِيْ بِدْعَةٍ'' (سنت کے مطابق تھوڑا عمل بدعت والے بہت سے اَعمال کے مقابلے میں بہتر ہے)(شعب الایمان للبیہقی ۷/۹۵۲، من اَخبار السلف الصالح ۳۸)

○ حضرت سعید بن المسیبؒ سے منقول ہے کہ اُنہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر کی نماز کے بعد بکثرت نوافل پڑھتا تھا، تو آپ نے اُسے منع فرمایا، تو اُس نے عرض کیا کہ ''حضرت! کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر بھی عذاب دیں گے؟'' تو آپ نے اِرشاد فرمایا کہ: ''نماز پر تو عذاب نہیں ہے؛ لیکن سنت کی مخالفت پر عذاب ہوگا''۔(التمہید ۲۰/۱۰۴، من اَخبار السلف الصالح ۳۸)

○ ابن عونؒ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص خواہش نفس کے ساتھ (سنت کے خلاف من مانے طور پر) عبادت میں محنت کرتا ہے تو اُس کی یہ محنت آخرت کے عذاب تک اُسے پہنچا دے گی''۔ (الشرح والابانۃ ۱۵۱، من اَخبار السلف الصالح ۳۸)

○ اِمام ابوادریس الخولانیؒ فرماتے ہیں کہ ''مجھے مسجد میں دہکتی ہوئی آگ دیکھنا اِس بات کے مقابلے میں زیادہ پسند ہے کہ میں وہاں کوئی ایسا بدعت والا عمل ہوتا ہوا دیکھوں کہ جس پر نکیر نہ کی جائے''۔ (الشرح والابانۃ ۲۵۴، من اَخبار السلف الصالح ۳۸)

○ حضرت اِمام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اَلاِعْتِصَامُ بِالسُّنَّةِ نَجَاةٌ'' (سنت پر ثبات قدمی میں ہی نجات ہے) (الشرح والابانۃ ۱۵۹، من اَخبار السلف الصالح ۳۸)

○ منقول ہے کہ محدث کبیر حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کے سامنے کچھ اہل بدعت کا اور اُن کی عبادات میں بہت زیادہ مشغولی کا ذکر ہوا، تو آپ نے اِرشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے دربار میں صرف وہی عمل مقبول ہے جو سنت وشریعت کے مطابق ہو''۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَرَهْبَانِيَّةً مَا اِبْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ﴾ [الحدید، جزء آیت: ۲۷] (اور وہ رہبانیت جو عیسائیوں نے اپنی طرف سے گڑھ لی تھی ہم نے اُن کے اوپر فرض نہیں کی تھی) کہ اُس میں اِن اہل بدعت کے عمل کو قبول نہیں کیا گیا؛ بلکہ اُن کی ڈانٹ ڈپٹ کی گئی۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/۸، من اَخبار السلف الصالح ۳۸)

○ جعفر بن احمد بن سنانؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے یہ بات سنی ہے کہ ''دنیا میں جو شخص بھی بدعات میں مبتلا ہے وہ محدثین سے ضرور بغض رکھتا ہے، اور جو شخص بدعت اختیار کرلیتا ہے اُس کے دل سے اَحادیثِ شریفہ کی حلاوت نکل جاتی ہے''۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲۴۵، من اَخبار السلف الصالح ۳۸)

○ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ''بدعت والا عمل ابلیس کو عام گناہوں سے زیادہ پسند ہے؛ اِس لئے کہ گناہوں سے تو عموماً توبہ کرلی جاتی ہے؛ لیکن بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی''۔ (اِس لئے کہ وہ اپنے عمل کو ہی اچھا سمجھتا رہتا ہے) (شرح السنۃ للالکائی ۱/۱۳۲، من اَخبار السلف الصالح ۳۹)

○ اِمام اَبوزرعہ رازیؒ سے ''حارث محاسبی'' کی کتابوں کے بارے میں معلوم کیا گیا، تو آپ نے اِرشاد فرمایا کہ ''ایسی کتابوں سے بچتے رہو؛ اِس لئے کہ وہ بدعات اور ضلالت سے بھرپور ہیں، اور اُس کے

بجائے تمہیں صحیح اَحادیث شریفہ میں اشتغال رکھنا چاہئے، وہ تمہارے لئے کافی ہیں''۔تو آپ سے عرض کیا گیا کہ ''حارث محاسبی کی کتابوں میں بڑی عبرت اور نصیحت کی باتیں پائی جاتی ہیں''،تو آپ نے یہ قیمتی جملہ اِرشادفرمایا: ''مَنْ لَمْ یَکُنْ لَهُ فِيْ کِتَابِ اللّٰهِ عِبْرَةٌ فَلَیْسَ لَهُ فِيْ هٰذِهِ الْکُتُبِ عِبْرَةٌ'' (یعنی جواللہ کی کتاب قرآن سے نصیحت وعبرت حاصل نہ کرسکے اُس کے لئے یہ کتابیں موجب عبرت نہیں ہوسکتیں)(تاریخ بغداد ۸/۲۱۵، من أخبار السلف الصالح ۳۹)

(**نوٹ**:- حارث بن أسد المحاسبی البغدادیؒ نے تصوف اورزہد پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں،اور فرقِ باطلہ کارد بھی کیا ہے؛لیکن بعض کتابوں میں اُنہوں نے علم کلام سے متعلق ایسی دقیق بحثیں کی ہیں،جو عام لوگوں کے لئے فتنہ کاباعث بن سکتی ہیں۔غالباً اِسی بناپر حضرت نے عوام کواُن سے دور رہنے کی تلقین فرمائی جوبالکل بجاہے) (مترجم)

○ اَبوحمزہ اعور کہتے ہیں کہ جب کوفہ کے اندر مختلف قسم کےنظریات عام ہونے لگے،تو میں نے حضرت ابراہیم نخعیؒ سے پوچھا کہ ''حضرت! یہاں پر یہ سب کیا ہورہا ہے؟'' تو آپ نے اِرشادفرمایا کہ ''لوگوں نے اپنی جانب سے ایسادین گڑھ لیاہے جس کا کتاب وسنت سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔اورپھرطرہ یہ ہے کہ اپنی من گھڑت باتوں کوحق ثابت کرنے پر اصرار ہےاور جومخالفت کرے اُس کو بزعم خود باطل کہا جاتاہے؛ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ اِن اہل بدعت نے دین محمدی کوخیرآباد کہہ دیاہے۔پس ایسےلوگوں سے تمہیں دوررہنالازم ہے''۔(حلیۃ الاولیاء ۴/۲۲۳، من أخبار السلف الصالح ۳۹)

○ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ''کسی آدمی کے دینی مصیبت میں مبتلا ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ بدعتی ہوجائے''۔(حلیۃ الاولیاء ۸/۱۰۸، من أخبار السلف الصالح ۳۹)

○ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ ''بدعتی کی مجلس میں حاضری سے بچتے رہو''۔(سیر اعلام النبلاء ۸/۴۱۱، من أخبار السلف الصالح ۳۹)

○ حضرت ابوقلابہؒ اپنے شاگرد حضرت ایوب سختیانیؒ کونصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''میری جانب سے تین نصیحتیں یادرکھنا:

(۱) بادشاہوں کے دربار میں حاضری سے احتراز کرنا۔

(۲) اہل بدعت لوگوں کی مجلسوں سے پوری طرح بچتے رہنا۔

(۳) اور بازار میں (تجارت کے لئے) آمد ورفت جاری رکھنا؛ اِس لئے کہ مال داری بھی عافیت کا ایک حصہ ہے''۔ (جامع بیان العلم ۱/۶۳۵ من أخبار السلف الصالح ۴۰)

○ حضرت عاصم احولؒ کہتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ میں حضرت قتادہؒ کی مجلس میں حاضر تھا، تو آپ نے عمرو بن عبید (فرقہ معتزلہ کا بانی) کا ذکر فرمایا اور پھر اُس کی مذمت شروع کردی، تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا بات ہے؟ کہ علماء ایک دوسرے کی غیبتیں کرتے رہتے ہیں؟'' تو حضرت نے تنبیہ کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ ''تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جب کوئی شخص بدعت کا مرتکب ہو، تو لوگوں میں اُس کا ذکر ہونا مناسب ہے؛ تاکہ عوام اُس سے محتاط رہیں''۔ (حلیۃ الاولیاء ۲/۳۳۵ من أخبار السلف الصالح ۴۰)

(لہٰذا معلوم ہوا کہ علماء کا بدعقیدہ لوگوں سے اُمت کو بچانے کے لئے اُن کی غلط باتیں بیان کرنا برا نہیں؛ بلکہ دین کے تحفظ کے لئے ضروری ہے) (مترجم)

○ یحییٰ بن ابی کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ''اگر تمہیں راستے میں کوئی بدعتی شخص نظر آئے (اور اُس سے ملاقات کا اندیشہ ہو) تو اپنا راستہ بدل لو''۔ (حلیۃ الاولیاء ۳/۶۹ من أخبار السلف الصالح ۴۰)

○ سعید بن عامر کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے اور بہت زور زور سے رونے لگے، حاضرین نے عرض کیا کہ ''آخر کس وجہ سے اتنا رونا آرہا ہے؟ کیا موت کا ڈر ہے؟'' تو آپ نے اِرشاد فرمایا کہ ''ایسی کوئی بات نہیں ہے؛ بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ گذرتے ہوئے ایک قدری (تقدیر کے منکر شخص) کو سلام کرلیا تھا، تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں رب العالمین اِس پر مجھ سے محاسبہ نہ فرمالیں''۔ (حلیۃ الاولیاء ۳/۳۲ من أخبار السلف الصالح ۴۰)

○ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''بدعتی شخص اگرچہ ہر دن ۲۰ مرتبہ بھی تیل لگائے، پھر بھی اُس کے چہرے پر (ایک خاص قسم کی) ظلمت اور تاریکی چھائی رہتی ہے''۔ (شرح السنۃ للالکائی ۲/۱۴۱، من أخبار السلف الصالح ۴۱)

○ حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اہل بدعت کی مجلسوں میں مت حاضر ہوا کرو، اور اُن سے بحث ومباحثہ بھی نہ کرو؛ اِس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسی صورت میں وہ تم کو اپنی گمراہی میں

ڈبو دیں گے، اور جو صحیح بات تم پہلے سے جانتے ہو اُس کے متعلق شکوک میں مبتلا کر دیں گے''۔ (شعب الایمان للبیہقی ۷/۶۰، من أخبار السلف الصالح ۴۱)

(یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ غلط لوگوں سے بحث بازی کی وجہ سے اپنے عقیدہ کی پختگی بھی متأثر ہو جاتی ہے) (مترجم)

○ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بدعتی شخص کے ساتھ مت اُٹھو بیٹھو؛ کیوں کہ وہ تمہارے دل کو بھی بیمار کر دے گا''۔ (الاعتصام للشاطبی ص:۶۲، من أخبار السلف الصالح ۴۱)

○ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص بدعتی کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا ہے، اُس کو حکمت اِیمانی نصیب نہیں ہوتی''۔ (شعب الایمان للبیہقی رقم:۹۴۸۲، من أخبار السلف الصالح ۴۱)

○ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد ہے کہ ''اہل بدعت کی برائی بیان کرنا غیبت نہیں ہے''۔ (شعب الایمان للبیہقی رقم:۹۶۷۵، من أخبار السلف الصالح ۴۱)

○ حسن بن شقیقؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، اِسی دوران ایک شخص آپ سے ملنے کے لئے آیا، تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ ''تم وہی جہمی (معتزلی) شخص ہو؟'' اُس نے اقرار کیا، تو آپ نے فرمایا کہ ''تم یہاں سے جانے کے بعد دوبارہ میرے پاس مت آنا''، تو وہ شخص بولا کہ ''میں توبہ کرتا ہوں''۔ تو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اِرشاد فرمایا کہ ''تمہیں دوبارہ آنے کی اُس وقت تک اِجازت نہیں ہے جب تک کہ تمہاری توبہ لوگوں میں اتنی مشہور نہ ہو جائے، جیسے کہ تمہارا بدعتی ہونا مشہور رہے''۔ (الشرح والابانۃ لابن بطۃ ۱۶۶، من أخبار السلف الصالح ۴۱-۴۲)

○ حضرت اِمام احمد بن حنبلؒ کے صاحب زادے حضرت عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اَبوتراب النخشی میرے والد (حضرت اِمام احمد بن حنبلؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضرت مختلف راویوں کے بارے میں فرمانے لگے کہ ''فلاں راوی ثقہ ہے'' اور ''فلاں راوی ضعیف ہے''۔ تو ابوتراب بولا کہ ''حضرت! علماء کی غیبت نہ کریں''۔ تو حضرت الامامؒ نے اُس کی طرف متوجہ ہوکر ناگواری سے فرمایا کہ ''غلط راویوں کے بارے میں یہ باتیں کہنا کوئی غیبت نہیں؛ بلکہ اُمت کی خیر خواہی (اور لوگوں کو اُن کی غلط باتوں سے بچانے) کے لئے یہ باتیں کہی جاتی ہیں''۔ (طبقات الحنابلۃ ۱/۲۲۳، من أخبار السلف الصالح ۴۳)

○❖○

قسط (۵)

پردہ اور حجاب: اہمیت اور ضرورت

ترتیب:- مولانا کلیم اللہ قاسمی معتمد دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

پردہ کے بارے میں قیمتی نصیحتیں

حدیث میں ہے: لَعْنَةُ اللهِ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ إِلَيْهِ. یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے نامحرم عورت کو دیکھنے والے پر اور اس پر بھی جس کو دیکھا جائے۔ (شعب الایمان ۶/۱۶۲، رقم: ۷۷۸۸، مشکوۃ: ۲۷۰)

نیز حدیث میں ہے: عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ. یعنی عورت (نامحرم) سامنے آتی ہے تو شیطان کی صورت میں آتی ہے اور پیچھے سے جاتی ہے تب بھی شیطان کی صورت میں ہوتی ہے۔ (مشکوۃ ۲۶۸، مسلم شریف ۱/۴۴۹)

شہوت ابھارنے کے ان جراثیم اور شیطانی شرارتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اور ایمان کو روحانی امراض سے بچانے کے لئے خدا پاک نے ارشاد فرمایا ہے: وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ. (سورہ احزاب: ۳۳) تم اپنے گھروں میں جم کر بیٹھی رہو۔ اور حضور اکرم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے: لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ فِي الْخُرُوْجِ إِلَّا مُضْطَرَّةً. یعنی عورتوں کو اپنے گھروں سے نہ نکلنا چاہئے، مگر جب کہ وہ مجبور اور عاجز ہوں (یعنی طبعی اور شرعی عذر ہو)۔ (طبرانی ۱۳/۱۷۲، رقم: ۱۳۸۷۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: أَنْ لَا تَخْرُجَ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِهَا إِلَّا لِحَاجَةٍ مِنْهَا لَا تَجِدُ مِنْهَا بُدًّا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ. یعنی بلاضرورت شدیدہ عورت کو اپنے گھر سے باہر نہ نکلنا چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عورت ستر کی چیز ہے (یعنی چھپانے کی چیز ہے) پس جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے (یعنی اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں برے خیالات پیدا کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی عصمت اور آبرو کے بارے میں خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ مع ترجمہ نعم اللہ السابغۃ ۲/۳۶۵)

مجالس الابرار میں ہے:

فَالْمَرْأَةُ كُلَّمَا كَانَتْ مَخْفِيَةٌ مِنَ الرِّجَالِ كَانَ دِيْنُهَا أَسْلَمُ لِمَا رُوِىَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِابْنَتِهِ فَاطِمَةَ أَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلْمَرْأَةِ قَالَتْ أَنْ لَا تَرىٰ رَجُلًا وَلَا يَرَاهَا رَجُلٌ، وَاسْتَحْسَنَ قَوْلَهَا وَضَمَّهَا إِلَيْهِ، وَقَالَ ذُرِّيَّةٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ، وَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسُدُّوْنَ الثَّقْبَ وَالْكُوىٰ فِي الْحِيْطَانِ لِئَلَّا تَطَّلِعَ النِّسَاءُ عَلَى الرِّجَالِ. (مجالس الابرار۵۶۳،مجلس نمبر:۹۸)

یعنی عورت جب تک مردوں سے پوشیدہ ہے (چھپی ہوئی ہے) اس کا دین بچا ہوا ہے؛ اس لئے کہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورت کے لئے سب سے بڑی خوبی کی بات کیا ہے؟ عرض کیا وہ کسی مرد کو نہ دیکھے اور نہ کوئی اجنبی مرد اس کو دیکھے، آپ ﷺ کو یہ جواب بہت پسند آیا اور ان کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ اولاد ایک ایک سے ہے (یعنی باپ کا اثر اولاد میں بھی آتا ہے) اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دیواروں کے سوراخ اور شگاف بند کر دیا کرتے تھے، تاکہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں۔ (مجالس الابرار۵۶۳،مجلس نمبر:۹۸) دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

وَمَا الْغَيْرَةُ فِيْ مَحَلِّهَا فَلَا بُدَّ مِنْهَا وَهِيَ مَحْمُوْدَةٌ لِمَا رُوِىَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَغَارُ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللّٰهِ أَنْ يَاتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَفِيْ حَدِيْثٍ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنِّي لَغَيُوْرٌ وَمَا امْرُءٌ لَايُغَارُ إِلَّا مَنْكُوْسُ الْقَلْبِ وَالطَّرِيْقُ الْمُغْنِىْ عَنِ الْغَيْرَةِ أَنْ لَا يَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ رَجُلٌ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَى الطُّرُقَاتِ؛ لِأَنَّ خُرُوْجَهُنَّ يَعْلَمْنَ عَدَمَ الْغَيْرَةِ فَيَلْزَمُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَمْنَعَ زَوْجَتَهُ عَنِ الْخُرُوْجِ مِنَ الْبَيْتِ وَلَا يَأْذَنُ لَهَا بِالْخُرُوْجِ إِلَّا فِيْ مَوَاضِعَ مَخْصُوْصَةٍ وَهِيَ مَا قَالَ صَاحِبُ الْخُلَاصَةِ نَقْلاً عَنْ مَجْمُوْعِ النَّوَازِلِ يَجُوْزُ لِلزَّوْجِ أَنْ يَأْذَنَ لَهَا بِالْخُرُوْجِ إِلٰى سَبْعَةِ مَوَاضِعَ: زِيَارَةِ الْأَبَوَيْنِ وَعِيَادَتِهِمَا، وَتَعْزِيَتِهِمَا أَوْ أَحَدِهِمَا، وَزِيَارَةِ الْمَحَارِمِ –إِلٰى قَوْلِهِ– وَإِنْ خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ يَلْعَنُهَا كُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَاءِ، وَكُلُّ شَيْءٍ تَمُرُّ إِلَّا الْإِنْسُ وَالْجِنُّ فَخُرُوْجُهَا مِنْ بَيْتِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ حَرَامٌ عَلَيْهَا قَالَ ابْنُ الْهُمَامِ وَحَيْثُ أُبِيْحَ لَهَا الْخُرُوْجُ، فَإِنَّمَا يُبَاحُ بِشَرْطِ عَدَمِ الزِّيْنَةِ وَتَغْيِيْرِ الْهَيْئَةِ إِلٰى مَا لَا يَكُوْنُ دَاعِيًا إِلٰى نَظَرِ الرِّجَالِ وَاسْتِمَالَتِهِمْ. (مجالس الابرار ۵۶۲، مجلس نمبر: ۵۸)

ترجمہ: اور وہ غیرت جو اپنے موقع پر ہو وہ تو ضرور ہونی چاہئے؛ کیونکہ روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا بے شک اللہ غیرت کرتا ہے اور بلاشبہ مؤمن بھی غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مؤمن ایسا کام کرے جو اللہ نے اس پر حرام کیا ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں غیرت مند ہوں اور کوئی مرد ایسا نہیں ہے جو غیرت نہ کرتا ہو، مگر الٹے دل والا (یعنی ایسا شخص جس کا دل بگڑ گیا ہو) اور وہ طریقہ جو بے عزتی سے بچائے وہ یہ ہے کہ عورتوں کے پاس کوئی مرد نہ آئے اور وہ راستوں میں نہ نکلیں؛ کیونکہ ان کا نکلنا بے غیرتی میں شمار ہوتا ہے؛ اس لئے مرد کو لازم ہے کہ اپنی بیوی کو گھر سے باہر نکلنے سے منع کرے۔ اور چند جگہوں کے سوا کسی اور جگہ ان کو جانے کی اجازت نہ دے اور وہ یہ ہیں جن کو صاحب ''خلاصۃ الفتاویٰ'' نے ''مجموع النوازل'' سے نقل کیا ہے: کہ مرد کو جائز ہے کہ اپنی بیوی کو سات جگہ جانے کی اجازت دے (۱-۲) ماں باپ کی ملاقات کے لئے (۳-۴) اور ان کے بیمار ہونے پر مزاج پرسی کے لئے (۵-۶) اور ان دونوں کی یا ایک کی تعزیت کے لئے (۷) اور دیگر محارم کی ملاقات کے لئے۔ اسی طرح میت کو غسل دینے کے لئے بھی جانے کی اجازت ہے اور دائی (بچہ جنوانے والی) کو بھی اجازت ہے۔ اور عورت خاوند کے گھر سے بغیر اجازت کے چلی گئی تو آسمان و زمین کا ہر ہر فرشتہ اور جس جس چیز پر وہ گذرے سب اس پر لعنت کرتے ہیں، سوائے انسان اور جنات کے۔ اور علامہ ابن ہمامؒ نے فرمایا ہے کہ جس جگہ اس کو جانے کی اجازت ہے تو اس شرط سے اجازت ہے کہ زیب وزینت کے ساتھ نہ ہو اور ہیئت ایسی بدل کر جائے کہ مردوں کو اس کو دیکھنے کی رغبت اور خواہش نہ ہو۔

حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے: کیا تم اپنی عورتوں کو چھوڑ دیتے ہو کہ بازاروں میں کافروں سے رگڑ کر (مل کر) چلیں، خدا برا کرے اس شخص کا جو غیرت نہ رکھتا ہو۔ (مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم ۲/۴۶)

وَكَانَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ: أَتَدَعُوْنَ نِسَاءَ كُمْ لِيُزَاحِمْنَ الْعُلُوْجَ فِي الْأَسْوَاقِ قَبَّحَ اللهُ مَنْ لَا يُغَارُ. (إحياء العلوم ٢/ ٤٨)

ایسا بے غیرت آدمی دیوث ہے، حدیث میں ہے کہ تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے، منجملہ ان میں سے ایک دیوث ہے، سوال کیا گیا کہ دیوث کون ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جس کو اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ اس کی ماں بہن کے پاس کون آتا جاتا ہے۔ (شعب الایمان رقم: ۱۰۸۰۰)

فتنوں کے ان چور دروازوں ہی کو بند کرنے کے لئے شریعت نے نگاہ پر پابندی عائد کی ہے اور حجاب کا حکم دیا ہے، نیز نامحرم کو جھانکنے تاکنے سے دل میں ناجائز جنسی میلان اور رغبت پیدا ہوتی ہے اور یہی زنا کاری کا پہلا زینہ اور سبب ہے اور اسباب زنا بحکم زنا ہیں، اسی لئے قرآن پاک میں تاکیدی حکم ہے: لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی. (سورہ بنی اسرائیل، آیت:۳۲) زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔

رغبت اور محبت سے نامحرم کو دیکھنا، جھانکنا، باتیں کرنا، قریب بیٹھنا، ان کی باتیں سننا، مس کرنا یہ سب زنا کے درجہ میں ہیں اور اس کے اولین سبب ہیں، اسی لئے خدا پاک نے اس سے بچنے کا حکم فرمایا، حدیث میں ہے: آنکھ زنا کرتی ہے اور اس کا زنا غیر کو دیکھنا ہے، کان زنا کرتا ہے اور اس کا زنا باتیں سننا ہے، اسی لئے جوان عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اجنبی کو سلام کرے، زبان زنا کرتی ہے اور اس کا زنا باتیں کرنا ہے، ہاتھ زنا کرتا ہے اور اس کا زنا غیر کو پکڑنا اور مس کرنا ہے، پاؤں زنا کرتا ہے اور اس کا زنا چلنا ہے اور دل خواہش وتمنا کرتا ہے اور پھر شرم گاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔

اَلْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظْرُ، وَالْأُذْنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهَا الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطٰى، وَالْقَلْبُ يَهْوِيْ وَيَتَمَنّٰى، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ أَوْ يُكَذِّبُهُ. (بخاری شریف ۲/۹۲۲، مسلم شریف ۲/۲۳۶، مشکاۃ ۲/۲۰)

یہ حکم مرد وزن دونوں کے لئے ہے کہ جس طرح مردوں کی نگاہیں اجنبیہ عورتوں پر پڑ کر خیانت کرتی ہیں، اسی طرح اجنبیہ کی نگاہیں بھی اجنبی مردوں پر پڑ کر خیانت کی مرتکب ہوتی ہیں اور جس طرح مردوں کے لئے عورتوں میں کشش اور جاذبیت ہے، اسی طرح عورتوں میں بھی مردوں کی طرف رغبت ومیلان جذب وکشش چھپی ہوئی ہے اور اس رغبت ومیلان کو ابھارنے والی چیز نظر بازی وغیرہ ہے، اس بنا پر مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے بارے میں بھی ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ. الخ. وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ. (النور: ۳۰-۳۱) آپ (ﷺ) مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

حدیث میں ہے جو عورت عطر وغیرہ خوشبو لگا کر نکلتی ہے وہ زانیہ ہے۔ (احکام القرآن ۵۴، باب:۲۳)

اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: **مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ.**

(مشکوۃ ۲۶۷، بخاری ۲/۷۶۳، رقم:۵۰۹۶)

یعنی میرے بعد مردوں کے لئے کوئی فتنہ عورتوں کے فتنہ سے زیادہ مضر اور نقصان دہ نہیں ہے۔

دوسری روایت میں ارشاد ہے: وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ.

(مشکوۃ ۲۶۷، مسلم ۲/۳۵۳، رقم: ۲۷۴۲) عورتوں سے ڈرو کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے ہوا تھا۔

یہ فتنہ کا زمانہ ہے، آپ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے، یہود ونصاریٰ کی طرح اخیر میں یہ امت بگڑ جائے گی، یہاں تک کہ یہود ونصاریٰ میں سے کسی خبیث نے اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہوگا تو میری امت کے بدترین لوگوں میں ایسے بے غیرت نکلیں گے جو ایسی فحش کاری اور بدفعلی میں مبتلا ہوں گے، یہ زمانہ بھی ایسے فتنوں اور بے غیرتی کا ہے۔ حدیث میں ہے کہ عورت کسی مرد کے ساتھ خلوت میں نہ رہے، اگر چہ اس کا باپ ہو کہ شیطانی فتنہ سے امن نہیں، روایت میں ہے کہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما امہات المؤمنین (غیر حقیقی نانیوں) کی طرف نگاہ نہیں کرتے تھے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن اردو: ۱۴۶)

''معیار السلوک'' میں ہے: نامحرم عورت سے پردہ نہ کرنا بہت سی خرابیاں پیدا کرتا ہے، نفس وشیطان سے نہ کسی کو اطمینان ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ وامیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما ایک مکان میں یہی دونوں باپ اور بیٹی بیٹھے ہوئے تھے اور یہ دونوں ذات مبارکہ وہ ہیں جن کی پاکیزگی اور بزرگی میں قرآن میں کئی جگہ آیتیں نازل ہوئی ہیں، تو حضرت نبی کریم ﷺ نے ان دونوں (باپ بیٹی) کو تنہا بیٹھا ہوا دیکھ کر یہ فرمایا اے ابوبکر! شیطان دور نہیں ہے، تنہا بیٹی کے پاس بھی نہ بیٹھا کرو؛ بلکہ تیسرے آدمی کو ساتھ لیا کرو۔ (معیار السلوک ۱۶۴)

حق جل مجدہ کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ. (الأحزاب: ۵۹)

اے پیغمبر (ﷺ)! اپنی بیٹیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کرلیا کریں تھوڑی سی اپنی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہوجایا کرے گی (کہ یہ آزاد عورت ہے) تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔

جلابیب جلباب کی جمع ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: جلباب ایسی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا جسم چھپ جائے۔ فَالْجَلَابِيبُ جَمْعُ جِلْبَابٍ وَهُوَ عَلَىٰ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الَّذِي يَسْتُرُ مِنْ فَوْقَ إِلَىٰ أَسْفَلَ. (تفسیر روح المعانی ۲۲/۸۸)

خمار (دوپٹہ، اوڑھنی) جو عام حالات اور دائمی استعمال کے لئے ہوتی ہے۔ اور جب بغرض ضرورت گھر سے باہر جانا ہوتو جلباب (چادر یا جالی دار معروف برقع) کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: تَغَطّٰی وَجْهَهَا مِنْ فَوْقِ رَأْسِهَا بِالْجِلْبَابِ وَتدبی عَيْنًا وَاحِدًا. یعنی خدا پاک نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانک کر نکلیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔ (تفسیر روح المعانی ۲۲/۸۹)

اور حضرت ابوعبیدہ سلمانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو (عملی طور پر) آپ نے اپنا سر اور چہرہ چادر سے چھپا کر بائیں آنکھ کھلی رکھ کر فرمایا یہ ہے اس آیت کی تفسیر اور مراد۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ قَالَ: سَأَلْتُ عُبَيْدَةَ السَّلْمَانِيَّ عَنْ هٰذِهِ الآيَةِ فَرَفَعَ مِلْحَفَةً كَانَتْ عَلَيْهِ فَتقَنَّعَ بِهَا وَغَطّٰى رَأْسَهُ كُلَّهُ حَتّٰى بَلَغَ الْحَاجِبَيْنِ وَغَطّٰى وَجْهَهُ، وَخَرَجَ عَيْنَهُ الْيُسْرىٰ مِنْ شَقٍّ وَجْهِهِ الْأَيْسَرِ. (روح المعاني ۲۲/۸۹، تفسير مظهري ۱۰/۲۵۲، تفسير مواهب الرحمن ۵/۱۱۳، سورة أحزاب)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ فرماتے ہیں: روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھی، اس سے ثابت ہوا کہ فتنہ کے وقت آزاد عورت کو چہرہ بھی چھپالینا چاہئے۔ (فوائد عثمانی ۵۶۸، سورہ احزاب)

احیاء العلوم میں ہے: وَالنِّسَاءُ يَخْرُجْنَ مُتَنقبات. یعنی عورتیں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کے زمانہ میں چہروں پر نقاب ڈال کر باہر نکلتی تھیں، یعنی پردہ نشین تھیں۔ (احیاء العلوم ۲/۴۸)

احکام القرآن میں ہے: قَالَ أَبُوْبَكْرٍ فِيْ هٰذِهِ الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ الْمَرْأَةَ الشَّابَّةَ مَامُوْرٌ يَسْتُرُ وَجْهَهَا عَنِ الْأَجْنَبِيِّيْنَ. یعنی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورت کے لئے ضروری ہے کہ غیر محرم مرد سے اپنے چہرہ کو چھپائے۔ (احکام القرآن ۳/۵۸)

ان حوالوں سے معروف پردہ کا ثبوت بوضاحت ہوتا ہے، اس کے باوجود یہ کہنا کہ معروف پردہ کی کوئی دلیل نہیں، یہ قول بالکل لغو اور بے دلیل ہے، جس کے قلب میں خوف خدا نہ ہوگا وہی یہ بات کہہ سکتا ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/۹۰-۹۷، کراچی) (جاری)

قسط (۱)

کسی کو تکلیف مت پہنچائیے!

بقلم:- مفتی محمد یحییٰ اُستاذ عربی اَدب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

آج کی اس ستم ظریف دنیا میں آپ کو ذہنی وجسمانی اذیت اور چوٹ پہنچانے والے تو بہت ملیں گے لیکن راحت پہنچانے والے خال خال ہی نظر آئیں گے، زخم پر نمک چھڑکنے والوں کی ایک تعداد ہے؛ لیکن زخم پر مرہم رکھنے والے شاید وباید ہی ملیں گے، آپ کی کمیوں کو اچھالنے والے بہت ملیں گے لیکن آپ کی خامیوں پر پردے کی چادر ڈالنے والے چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گے، کمیاں بتانے والے ہر قدم پر ملیں گے؛ لیکن خوبیوں کا تذکرہ کرنے والے عنقاء اور ناپید ہیں، آپ کی حوصلہ شکنی کرنے والے زندگی کے ہر موڑ پر ملیں گے؛ لیکن حوصلہ افزائی کے معاملہ میں لوگوں کی زبانیں گونگی ملیں گی۔ اپنا حق فلاں پر ہے یہ سب کو یاد ہے؛ لیکن دوسروں کا بھی اس پر حق ہے یہ کسی کسی کو ہی یاد ہے، یہ دنیا تو وہ مکھی بن چکی ہے جس کو انسانی جسم میں صرف پھوڑے اور پھنسی ہی کی جگہ نظر آتی ہے۔ عربی شاعر کہتا ہے اور سو فیصد بجا کہتا ہے:

وَالظُّلْمُ مِنْ شِيَمِ النُّفُوْسِ فَإِنْ تَجِدْ ☆ ذَا عِفَّةٍ فَلِعِلَّةٍ لَا يَظْلِمُ

دوسروں پر ظلم کرنا یہ تو انسان کی طبیعت وخمیر میں شامل ہے، چنانچہ جس کا جہاں، جتنا اور جیسے بس چلتا ہے ظلم کرنے سے نہیں چوکتا، زمانے میں ظلم بس وہی نہیں کرتا جس کو زمانے کے حالات نے ظلم کرنے کا موقع نہ دیا ہو؛ بلکہ ہم انسانوں کا تو یہ حال ہے کہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، جب کہ ایک چیونٹی جیسی چھوٹی سی مخلوق انسان سے اتنی خوش گمان ہے کہ وہ یہ سمجھتی ہے کہ وہ انسان جس کو اللہ جل شانہ نے عقل وخرد وتمیز سے نوازا ہے، وہ دیدہ ودانستہ جان بوجھ کر کسی دوسرے کو تکلیف پہنچا ہی نہیں سکتا، چنانچہ اللہ کے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کا اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ کہیں سے گزر ہورہا تھا، چیونٹی کے سردار کی یکا یک اس لاؤ لشکر پر نظر پڑ گئی تو اپنے ماتحت چیونٹیوں سے کہا: يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُوْدُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ. (سورۂ نمل:۱۸)

اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ، کہیں حضرت سلیمان علیہ السلام اوران کا لاؤ لشکر تمہیں لاشعوری میں اپنے پاؤں سے کچل نہ دے۔

حیرت تو تب ہوتی ہے جب ایک آدمی نماز وروزے کا پابند ہوتا ہے، پھر بھی اپنے قول وعمل سے دوسروں کو تکلیف پہنچاتا ہے، جب کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے زبان حق ترجمان سے ایک مسلمان کا تعارف کروایا ہے کہ لوگ اس کے آزار سے صحیح وسالم ومحفوظ ہوا کرتے ہیں۔ (بخاری ۱/۶)

زمانۂ نبوت میں ایک عورت عبادت کے معاملے میں اپنی مثال آپ تھی لیکن زبان کی تیز تھی، جس سے دائیں بائیں کے لوگ پریشان تھے، رحمۃ للعالمین جناب نبی کریم ﷺ نے اس کو جہنمی قرار دیا۔ (مسند احمد، رقم الحدیث: ۹۶۷۵) حدیث میں بہت صاف صاف ہے کہ ایک آدمی کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کی کوئی کمی نہ ہوگی؛ لیکن اس نے لوگوں کو ناحق ستایا بہت ہوگا، وہ جہنم میں جائے گا۔ (سنن ترمذی ۲/ ۶۷)

انسان تو انسان ہے ایک بلی جیسے جانور کو بھوکا پیاسہ مار ڈالنے سے ایک عورت جہنم رسید کردی گئی۔ (مسند احمد بن حنبل ۲/ ۳۱۷) وہیں ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے پر ایک طائفہ وبازاری عورت کی مغفرت کردی گئی۔ (مسلم شریف/ ۲۳۷)

دنیاوی معاملات تو ٹھہرے دنیاوی معاملات، نیکی وعبادات کے معاملے میں بھی اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچنی چاہئے۔ (۱) چنانچہ باجماعت نماز میں صف اول کا اتنا ثواب ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ صف اول میں نماز پڑھنے کا کتنا بڑا ثواب ہے تو صف اول کے لئے لوگوں کی اتنی بھیڑ جمع ہو جائے گی کہ قرعہ اندازی کی نوبت آجائے گی۔ (مسند احمد بن حنبل ۲/ ۳۷۵) لیکن جب ایک صاحب نے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر صف اول تک پہنچنے کی کوشش کی تو جناب نبی کریم ﷺ نے ناگواری کا اظہار فرمایا (ترمذی رقم الحدیث: ۵۱۳)۔ (۲) نماز باجماعت کا ثواب حدیث کے بیان کے مطابق انفرادی نماز سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔ (بخاری شریف ۱/ ۸۹) اور جماعت اتنی اہم ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے گھروں کو آگ لگادوں؛ لیکن فقہ کی کتابوں میں صراحتاً مذکور ہے کہ اگر کسی آدمی کو کوئی ایسی بیماری ہے جو دیگر نمازیوں کے لئے باعثِ تکلیف ہے تو جماعت اس کے لئے معاف ہے، ایسا شخص اپنے گھر میں ہی نماز پڑھے۔

(۱) زکوۃ دی جائے لیکن تاکید ہے کہ احسان جتا کر یا کسی دوسرے طریقے پر غریب کو ستایا نہ جائے (۲) بعض علماء فرماتے ہیں کہ صدقات نافلہ ہو یا زکوۃ مفروضہ اعلان کر کے مت دو؛ بلکہ نبوت کی زبان میں دائیں ہاتھ سے اس طرح دو کہ بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلے؛ کیونکہ کھلم کھلا سب کے سامنے غریب کو زکوۃ وصدقہ دینے میں غریب کے دل کو ٹھیس پہنچتی ہے (۳) آدمی اگر کسی مسلمان کو خاص کر اپنے عزیز وقریب کو اگر زکوۃ کا مال دے تو یہ کہہ کر کے دے کہ یہ عیدی ہے، یہ عید وبقرعید کے موقع سے میری طرف سے تحفہ ہے، یہ میری طرف سے بچوں کے لئے ہے، یہ نہ کہے کہ یہ زکوٰۃ ہے کہ اس سے غریب کی غربت کا سویا ہوا احساس جاگ جاتا ہے، پھر کتنی تکلیف محسوس کرتا ہے یہ تو وہی بتا سکتا ہے جو اس طرح کی تکلیف سے دوچار ہوتا ہے۔

فقہ کی کتابوں میں ہے کہ اگر کسی کا نفلی روزہ ہے، اسی دوران روزے دار کا کوئی ایسا مہمان آجائے جو اس کے ساتھ دن میں کھانا چاہے بصورت دیگر اس کی دل آزاری ہوگی تو علماء وفقہاء فرماتے ہیں کہ روزہ دار روزہ توڑ کر پھر قضا کر لے؛ لیکن اس کا دل نہ توڑے۔

دوران حج وعمرہ استلام یعنی حجر اسود کا بوسہ لینا ایک اہم سنت ہے، لیکن حدیث وفقہ کی کتابوں میں ہے کہ اگر حجر اسود کا بوسہ لینے میں ایذا رسانی کا ڈر ہے تو آدمی ہاتھ یا چھڑی سے حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے اپنے ہاتھ یا چھڑی کو بوسہ لینے پر اکتفا کرے؛ لیکن خدا کے لئے کسی کے لئے سامانِ اذیت نہ بنے (۲) طواف کے کچھ چکروں میں ''رمل'' کیا جاتا ہے، یعنی مونڈھا ہلا کر اکڑنے کے انداز میں چلا جاتا ہے، فقہائے کرام کا کہنا ہے کہ اگر یہ ''رمل'' لوگوں کے لئے باعث اذیت ہو تو آدمی رک جائے، انتظار کر کے جب گنجائش مل جائے تب رمل کر لے، یعنی خود انتظار کی زحمت اٹھالے لیکن اپنی ذات سے دوسروں کو تکلیف نہ دے (۳) سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ لمبے چوڑے اور ہٹے کٹے انسان تھے، سب کے ساتھ طواف کرنے میں جناب نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ لاشعوری طور پر ان سے دوسروں کو تکلیف پہنچ سکتی ہے؛ اس لئے آپ نے ان سے کہہ رکھا تھا کہ آپ مجمع میں اوروں کے ساتھ طواف نہ کیا کریں۔

آپ اپنے معاشرے میں ایسے بہت سے گھر پائیں گے جس میں ایک آدمی مر مر کر کماتا ہے،

جب کہ گھر کے دس نوجوان تنومند، صحت مند افراد بیٹھ کر کھاتے ہیں، نتیجۃً کمانے والے پر اضافی بوجھ بنتے ہیں، یہاں صورت حال یہ ہے کہ اہل یمن حج جیسی عبادت کے لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ—زَادَ هُمَا اللّٰهُ شَرْفًا وَّمَنْزِلَةً— کا سفر کرتے ہیں، ہمراہ اپنا نان ونفقہ وتوشہ نہیں لے جاتے، نتیجۃً دیگر حاجیوں پر ایام حج میں بار اور بوجھ بنتے ہیں، اللہ جل شانہ کو یمنی حاجیوں کی ادا پسند نہیں آئی، آیت نازل فرمائی: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى. اپنے ہمراہ توشۂ سفر رکھا کرو، اور توشہ کی سب سے اچھی خوبی یہ ہے کہ وہ آدمی کو دوسروں کے سامنے دست سوال کرنے سے اور بوجھ بننے سے بچاتا ہے'' آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ اسلام نے یہ تو کہا ہے کہ اگر کوئی گھوڑے پر بھی سوار ہو کر آئے اور سوال کرے تو اس کی مدد کرو؛ لیکن گداگری کی اسلام نے کبھی حوصلہ افزائی نہیں کی ہے۔

بھلا ایک مسلمان اپنے گھر کا کوڑا کرکٹ جہاں تہاں کیسے ڈال دیتا ہے جس سے لوگ اذیت محسوس کرتے ہیں، جہاں تہاں اپنی گاڑی اور لاری کیسے کھڑا کر دیتا ہے، جس سے لوگ زحمت محسوس کرتے ہیں وہ جس نبی کے نام لیوا ہیں، اس کا فرمان ہے: ''إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ'' کہ راستہ میں تکلیف دہ چیز کا ڈالنا تو دور کی بات اگر مسلمان کو ایسی چیز نظر آئے کہ جس کے بارے میں یہ اندیشہ وامکان ہو کہ دوسروں کے لئے اذیت کا سامان بن سکتی ہے، اس کو اسے ہٹا دینا چاہئے اور اس تکلیف دہ چیز کے ہٹانے کو کارِ عبث نہیں بلکہ کارِ ثواب سمجھنا چاہئے۔

اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ بھلے ہی کام سراپا دین ہو لیکن اس کی انجام دہی کسی کی بھی اذیت کا باعث نہ ہونا چاہئے، جناب نبی اکرم ﷺ تہجد کے لئے رات کے آخری پہر بیدار ہوتے تو اس بات کا خاص خیال رکھتے کہ گھر کے کسی فرد کی نیند میں خلل نہ آئے۔

ایک واعظ صاحب مسجد نبوی میں بلند آواز سے وعظ کہتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ قریب تھا، یکسوئی میں فرق اور اثر پڑتا تھا، خلیفہ وقت سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی، واعظ صاحب منع کرنے کے باوجود نہ مانے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تعزیراً سزا دی، اس سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ دینی چیز میں بھی مائک وغیرہ کا استعمال صرف بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت ہی ہونا چاہئے۔

کہاں اشرف المخلوقات کہے جانے والے انسان کا شعار زندگی جگر مرادآبادی مرحوم کا یہ شعر ہونا چاہیئے تھا:

اس نفع وضرر کی دنیا میں یہ ہم نے لیا ہے درسِ جنوں　　　اپنا تو زیاں تسلیم مگر اوروں کا زیاں منظور نہیں

کہاں وہ اتنا مفاد پرست اور خودغرض بن چکا ہے کہ اس کو اپنے بھلے اور مزے میں دوسرے کی تکلیف یاد نہیں رہتی، شادی کے موقع پر آدمی کے گھر میں شادیانے بجتے ہیں، شوروہنگامے کا ایک بازار ہوتا ہے، آدمی مست ومگن ہوتا ہے؛ لیکن اس کو یہ یاد نہیں رہتا کہ کہیں پڑوسیوں کو سونے میں دقت نہ ہو رہی ہو، آدمی اپنے کمرہ کو ہوادار بنانے کے لئے کھڑکی اس طرح کھول لیتا ہے کہ بغل کے گھر کو بے پردہ بنا دیتا ہے، جھوٹی شان دکھانے کے لئے اپنے مکان کی دیوار اتنی اونچی بنالیتا ہے کہ پڑوسی دھوپ اور روشنی سے محروم ہو جاتا ہے، جب کہ حدیث شریف میں ہے کہ وہ شخص مؤمن کہلانے کے لائق نہیں کہ جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔ نیز حدیث میں ہے کہ وہ شخص مؤمن کہلانے کے قابل نہیں جو آسودہ وشکم سیر ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو، آیئے ذیل میں اکابر کے چند واقعات پڑھیئے، عش عش کیجئے اور اندازہ لگایئے کہ انہیں دوسروں کا کتنا خیال رہتا تھا، حضرت مفتی تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم العالیہ اپنے والد مغفور و مرحوم حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''رمضان ۱۳۹۶ھ میں والد محترم سخت بیمار اور صاحب فراش تھے، پورا رمضان بیماریوں کے عالم میں گزرا، رمضان کے آخری عشرے میں ایک روز فرمانے لگے: میرا حال بھی عجیب ہے لوگ رمضان میں مرنے کی تمنا کرتے ہیں اور اس مقدس مہینے کے پیش نظر مجھے بھی یہ خواہش ہوئی کہ موت تو آنی ہی ہے، اسی مقدس ماہ میں آجائے؛ لیکن کیا کروں کہ اس کے لئے دعا میری زبان پر نہ آسکی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی میں یہ دعا کرنا چاہتا تو ذہن میں یہ خیال آتا کہ اگر رمضان کے مہینے میں میری موت کا واقعہ پیش آیا تو میرے عزیز اور دوستوں کو بہت تکلیف ہوگی، صدمے کے علاوہ روزے کے عالم میں تجہیز وتکفین اور تدفین کے انتظام میں معمول سے کہیں زیادہ مشقت بڑھ جائے گی اور اس بات پر دل آمادہ نہیں ہوتا کہ اپنی خواہش کی خاطر اپنے چاہنے والوں کو تکلیف میں ڈالا جائے، یہ کہہ کر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

تمام عمر اسی احتیاط میں گزری　　　یہ آشیاں کسی شاخِ چمن پہ بار نہ ہو

(جاری)

اولیاتِ صحابہؓ:

طائف میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی

سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

مولانا مفتی ابوجندل قاسمی اُستاذ حدیث مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ ضلع مظفرنگر

آپؓ کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال

○ محمد بن ابی بن کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے والد (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کے پاس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، جب وہ چلے گئے تو میرے والد محترم نے اُن کے بارے میں فرمایا: ”ھٰذا یَکُوْنُ حَبْرَ ھٰذِہِ الْاُمَّةِ اَریٰ عَقْلًا وَفَهْمًا وَقَدْدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْ یُّفَقِّهَهٗ فِی الدِّیْنِ“۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۳۴۸) یہ شخص اس امت کا بڑا اور ماہر عالم ہوگا، میں اس کے اندر عقل وفہم دیکھتا ہوں، اور اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی فہم کی دعاء فرمائی ہے۔

○ عمرو بن حُبشی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے فرمایا: ”اِنْطَلِقْ اِلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ فَاسْئَلْهُ فَاِنَّهٗ اَعْلَمُ مَنْ بَقِیَ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلیٰ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ“۔ (الاصابہ ۴/۱۲۷) یعنی عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) سے جا کر پوچھو، کیوں کہ زندہ لوگوں میں وہ قرآن کریم کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

○ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام اور مشہور شاگرد حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: ”مَوْلَاکَ وَاللّٰهِ اَفْقَهُ مَنْ مَاتَ وَ مَنْ عَاشَ“۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۳۴۸) اللہ کی قسم! تمہارے آقا (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ) مردہ اور زندہ لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

○ یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال

ہوا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”مَاتَ حَبْرُ هٰذِهِ الْأُمّةِ، وَلَعَلَّ اللهَ أن يَّجْعَلَ فِي ابنِ عباسٍ خَلَفًا“۔ (الاصابہ ۴/۱۲۷) یعنی اس امت کا ماہر عالم دنیا سے چلا گیا، اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کو اُن کا قائم مقام بنائے گا۔

○ امام شعبی رحمہ اللہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہوئے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی سواری کی رکاب تھام لی، تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی! ایسا نہ کرو، انہوں نے کہا: ”هٰكَذا اُمِرْنَا أنْ نَفْعَلَ بِعُلَمَائِنَا“ ہمیں اپنے علماء کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم ملا ہے، اس پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا، اور فرمایا: ”هٰكَذا اُمِرْنَا أنْ نَفْعَلَ بِاَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّنَا“ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم ملا ہے۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۴/۱۲۶)

بعض تابعین عظامؒ کے اقوال

○ حضرت طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”میں نے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ تعظیم کرنے والا کسی اور شخص کو نہیں دیکھا“۔

○ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اُن کے وُفورِ علم کی وجہ سے ”بحر“ (سمندر) کہا جاتا تھا۔

○ ابو وائل رحمہ اللہ کہتے ہیں: جس سال ابن عباس رضی اللہ عنہ امیر الحج تھے تو آپ نے ہم کو خطبہ دیا، آپ سورۂ نور کی ایک ایک آیت پڑھتے، اور اس کی تفسیر بیان فرماتے، میں سن کر کہنے لگا کہ میں نے کبھی کسی شخص کا ایسا کلام نہیں سنا، اگر اہلِ فارس وروم اور ترک اس کو سن لیتے تو ایمان لے آتے۔

○ قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کبھی کوئی بے کار اور باطل بات نہیں دیکھی، نہ سنی۔

○ مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں جب ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تو میں کہتا کہ: ”آپ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہیں“، جب آپ بولتے تو میں کہتا کہ: ”آپ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح ہیں“ اور جب آپ بات کرتے تو میں کہتا کہ: ”آپ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے ہیں۔

○ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسا اُن کے زمانے میں کوئی دوسرا نہیں تھا، عامر شعبیؒ جیسا اُن کے زمانے میں کوئی دوسرا نہیں تھا، اور سفیان ثوریؒ جیسا اُن کے زمانے میں کوئی اور نہیں تھا۔

○ ھشام بن عروۃ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد عروۃ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے فرمایا: میں نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) جیسا کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

○ ابورجاء رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ اُن کی دونوں آنکھوں کے نیچے رخساروں پر رونے کی وجہ سے پُرانے تسمے جیسے نشان تھے۔

○ طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو دیکھا، کہ اگر اُن کا کسی علمی مسئلے میں اختلاف ہوتا تو ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے قول کی طرف رجوع کرتے۔ (الاصابہ ۴/۱۲۸، ۱۲۹۔ طبقات ابن سعد ۶/۳۳۵۔ سیر اعلام النبلاء ۳/۳۴۲، ۳۵۲)

روایت، تعدادِ مرویات ورُواۃ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کی وفات کے بعد اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے قرآن کریم کی تفسیر اور احادیث شریفہ حاصل کی ہیں، جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انہوں نے روایات لی ہیں اُن کی تعداد بھی بہت ہے، اور جن صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے اُن سے روایات نقل کی ہیں اُن کی بھی ایک کثیر تعداد ہے، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضٰی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عباس، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوسفیان، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوطلحہ انصاری، حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ام سلمہ اور اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ سے روایات نقل کی ہیں۔

اور آپ سے روایت کرنے والوں میں صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہم، اور تابعین میں سے آپ کے صاحب زادگان کے علاوہ سعید بن

جبیر، مجاہد، عکرمہ، سعید بن المسیب ، ابوالعالیہ، ابن ابی مُلیکہ، عمرو بن دینار، عامر شعبی ، عبداللہ بن شداد بن الہاد، علقمہ بن وقاص لیثی ،حسن بصری، محمد بن سیرین، کُریب، عطاء بن ابی رباح، قاسم بن محمد، ابوالزبیر، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، سلیمان بن یسار، طاؤس،عروۃ بن الزبیر، وھب بن منبہ اور علی بن الحسین رحمہم اللہ وغیرہ حضرات ہیں۔

اورآپ کا شمار اُن چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جن کو''مُـکثِـرین فی الحدیث '' کہا جاتا ہے،آپ سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) احادیث شریفہ مروی ہیں، جن میں سے پچھتر روایتوں پر شیخین متفق ہیں، ایک سو بیس میں امام بخاریؒ اور نو احادیث شریفہ میں امام مسلمؒ منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ۱۵/۱۵۶، ترجمہ: ۳۳۵۸۔ سیر اعلام النبلاء ۳/۳۵۹۔ اسد الغابہ ۳/۲۹۳۔ الاعلام للزرکلیؒ ۴/۹۵۔ تلقیح فہوم اہل الاثر ص ۲۶۳، عدد الاحادیث المرویہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ازواج واولاد

آپ کے پانچ صاحب زادے اور دو صاحب زادیاں تھیں، تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) عباس بن عبداللہ، جن کے نام پر آپ کی کنیت ''ابوالعباس'' تھی، اور یہ سب سے بڑے صاحب زادے تھے۔

(۲) علی بن عبداللہ، یہ سب سے چھوٹے صاحب زادے تھے، بڑے حسین وجمیل اور بہت زیادہ عبادت گزار تھے، کثرت عبادت کی وجہ سے ان کو''سجاد'' کہا جاتا تھا،''خلافت عباسیہ'' انہی کی اولاد میں جاری ہوئی۔

(۳) فضل بن عبداللہ۔ (۴) محمد بن عبداللہ۔ (۵) عبیداللہ بن عبداللہ۔

اور پہلی صاحب زادی ''لبابہ بنت عبداللہ''، ان سب کی والدہ کا نام ''زُرعہ بنت مِشرح بن معدیکرب'' تھا۔ دوسری صاحب زادی ''اسماء بنت عبداللہ'' کی والدہ آپ کی امّ ولد تھیں۔ (طبقات ابن سعد ۶/۳۲۱، طبقۂ خامسہ)

وفات

آخری عمر میں آپ نابینا ہو گئے تھے، جس کا واقعہ یہ ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے'' آپ کے

والد محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کسی کام سے بھیجا، وہ گئے اور فوراً ہی واپس آگئے اور کہا کہ میں نے حضور ﷺ کے پاس ایک آدمی کو دیکھا ہے جس کو میں نہیں جانتا، بعد میں حضرت سیدنا عباسؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور حضرت عبداللہ نے جو کہا تھا وہ آپ ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ جبریلؑ تھے، پھر آپ نے حضرت عبداللہ کو اپنی گود میں بیٹھایا، سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ بھی فرمایا کہ: تمہارے اس بیٹے کو علم عطاء ہوگا، اور آخر میں اس کی بینائی چلی جائے گی۔ (الاصابہ ج ۴/۱۲۴، ۱۲۵، سیر اعلام النبلاء ۳/۳۴۰)

آپ طائف میں سکونت پذیر ہوگئے تھے، وہیں آپ کی وفات ہوئی، سنہ وفات اور عمر میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے ۶۵ھ، بعض نے ۶۷ھ، بعض نے ۶۸ھ ۶۸۷ء کہا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ اور عمر بعض نے ستر سال، بعض نے بہتر، اور بعض نے چوہتر سال عمر بتائی ہے، اور یہ آخری قول ہی قوی اور راجح ہے۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ وغیرہ بہت سے حضرات کہتے ہیں کہ: تجہیز وتکفین کے بعد ایک عظیم سفید رنگ کا پرندہ آیا، جس کا نام ''غُرنُوق'' تھا، اور آپ کے کفن میں داخل ہوگیا، پھر کسی نے نکلتے ہوئے نہیں دیکھا۔

محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور اس کے بعد اس گنجینۂ علم وعمل کو سپردِ خاک کر کے کہا: ''اَلْیَوْمَ مَاتَ رَبَّانِیُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ'' ، یا: ''مَاتَ وَاللهِ اَلْیَوْمَ حَبْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ''، آج اس امت کا ایک اللہ والا رخصت ہوگیا،،،، اللہ کی قسم! آج اس امت کا ماہر عالم چل بسا۔

تدفین کے بعد قبر کے ایک کنارے سے آواز آئی کہ کوئی شخص درج ذیل آیت تلاوت کر رہا ہے، جب کہ تلاوت کرنے والا دکھائی نہیں دے رہا ہے: ''یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ☆ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ☆ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ☆ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ''☆ (سورۂ فجر آیت: ۲۷، ۳۰)

ترجمہ: اے وہ جان جو (اللہ کی اطاعت میں) چین پا چکی ہے! اپنے پروردگار کی طرف اس طرح لوٹ کر آجا کہ تُو اُس سے راضی ہو، اور وہ تجھ سے راضی، اور شامل ہوجا میرے (نیک) بندوں میں، اور داخل ہوجا میری جنت میں۔ ﴿آسان ترجمۂ قرآن﴾ (الاصابہ ۴/۱۳۰، ۱۳۱، ترجمہ: ۴۷۹۹۔ اسد الغابہ ۳/۲۹۴، ۲۹۵، ترجمہ: ۳۰۳۷۔ سیر اعلام النبلاء ۳/۳۵۷، ۳۵۹۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۱۔ الاعلام للزرکلی ۴/۹۵)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ



کتاب المسائل:

مفتی محمد سلمان منصور پوری

خیار عیب کے مسائل

خریدنے کے بعد مبیع میں نیا عیب پیدا ہوگیا

اگر مشتری نے لاعلمی میں کوئی ایسا سامان خریدا، جس میں بائع کے پاس سے ہی کوئی عیب لگا ہوا تھا، خریدنے کے بعد اُس میں ایک نیا عیب اور پیدا ہوگیا، تو دیکھا جائے گا کہ مبیع میں یہ نیا عیب مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے پاس رہتے ہوئے پیدا ہوا یا قبضہ کے بعد، ہر صورت کا حکم الگ ہے:

الف:- مشتری کے قبضہ سے پہلے بائع کے کسی عمل دخل سے ہی مبیع میں کوئی نیا عیب پیدا ہوا تو اُس صورت میں مشتری کو اختیار ہوگا، چاہے تو مبیع لوٹا کر اپنا دیا ہوا ثمن واپس لے لیا اُس مبیع کو رکھ لے، اور عیب کی وجہ سے جو قیمت کم ہوئی، اُس کو اپنے دیے ہوئے ثمن سے وصول کرلے۔

ب:- اگر نیا عیب مشتری کی بے احتیاطی یا اُس کے فعل سے پیدا ہوا، تو اِس صورت میں عقد میں اس نئے عیب کی وجہ سے طے شدہ ثمن سے کچھ بھی کم نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ پورا ثمن دے کر ہی مشتری پر خریدنا لازم ہوگا۔

ج:- عاقدین کے علاوہ اگر کسی اجنبی شخص نے بائع کے پاس رہتے ہوئے مبیع کو عیب دار کردیا، تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر اس عیب دار مبیع کو خریدنا چاہے تو بائع کو تو طے شدہ پورا ثمن ادا کرے اور مبیع کو معیوب کرنے والے شخص سے نقصان کا ضمان وصول کرلے۔

د:- مبیع میں پیدا ہونے والا نیا عیب کسی شخص کے دخل کے بغیر کسی آسمانی آفت سے پیدا ہوا یا خود مبیع کی اپنی وجہ سے، مثلاً: کوئی جانور خریدا تھا جس نے کود پھاند کرتے ہوئے خود ہی اپنا پیر توڑ لیا تو ان دونوں صورتوں میں مشتری کو صرف یہ اختیار رہوگا کہ یا تو طے شدہ پورے ثمن کے بدلے مبیع کو خریدلے، یا اپنا دیا ہوا ثمن واپس لے کر بیع کو ختم کردے۔

اور اگر مبیع میں نیا عیب مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد اس کے عمل دخل سے، یا کسی آسمانی آفت سے یا مبیع کی اپنی حرکت سے پیدا ہوا، تو ان تینوں صورتوں میں بائع کی رضامندی کے بغیر مبیع اس کی طرف نہیں لوٹائی جائے گی؛ بلکہ قدیم عیب کی وجہ سے اس مبیع کی قیمت میں جو کمی آئی ہے، مشتری بائع سے

صرف اُسے وصول کرسکتا ہے۔ اور اگر مبیع میں نیا عیب خود بائع نے یا کسی اجنبی نے لگایا ہے، تو مشتری ان دونوں سے اس عیب کا ضمان لے گا۔

حدث عيب آخر عند المشتري بغير فعل البائع، فلوبه بعد القبض رجع بحصته من الثمن ووجب الأرش، وأما قبله فله أخذه أو رده بكل الثمن مطلقًا (الدر المختار) قال الطحطاوي: العيب الثاني إلا أن يرضى بعيبه الثاني أيضًا، انتهى.

قوله: بغير فعل البائع: اعلم أن حدوث العيب عند المشتري شامل لما إذا نقص عنده، وحاصل مسائل النقصان أن لا يخلو إما أن يكون في يد البائع أو في يد المشتري، فإن كان الأول فهو على خمسة أوجه:

بفعل البائع، أو بفعل المشتري، أو أجنبي، أو المعقود عليه، أو بآفة سماوية.

فإن كان بفعل البائع خير المشتري وجد به عيبًا قديمًا أو لا، إن شاء تركه وإن شاء أخذه، وطرح من الثمن حصة النقصان.

وإن كان بفعل المشتري لزمه جميع الثمن، وليس له أن يمسكه ويطلب النقصان، ولو منعه البائع بعد جناية المشتري؛ لأجل الثمن فللمشتري رده بالعيب القديم، ويسقط عنه الثمن، إلا ما نقصه بفعله.

وإن كان النقصان بفعل الأجنبي فالمشتري بالخيار معيبًا أولا: إن شاء رضي به بجميع الثمن واتبع الجاني بأرشه، وإن شاء ترك وسقط عنه الثمن.

وإن كان النقصان بآفة سماوية أو بفعل المعقود عليه يرده بكل الثمن أو يأخذه، وجد به عيبًا قديمًا أو لا، ويطرح عنه جناية المعقود عليه أو الآفة السماوية، ولا يرده بالعيب القديم؛ لأنه يرده بعيبين. وإن كان الثاني: وهو ما إذا كان النقصان بعد أن قبضه المشري؛ فإن كان بفعله أو بفعل المعقود عليه أو بآفة سماوية لا يرده بالعيب القديم؛ لأنه يرده بعيبين، ويرجع بحصة العيب إلا إذا رضي به البائع ناقصًا، وإن كان بفعل البائع أو الأجنبي يجب الأرش على الجاني، وأنه يمنع الرد، ويرجع بحصة العيب من الثمن، كذا في البحر. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب البيوع / باب خيار العيب ١٨٣/٧ دار الكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع، كتاب البيوع، موانع الرد ٥٥٧/٤، نعيميه ديوبند)

مبیع کے اندر جزوی خرابی کا حکم

اگر پوری مبیع کے بجائے اُس کے صرف ایک حصہ میں کچھ عیب پایا جائے، تو اُس کا حکم یہ ہے کہ اُس خراب اور عیب دار حصہ کو واپس کر کے اگر مابقیہ مبیع سے فائدہ اُٹھانا ممکن ہو، جیسے چند کپڑے، چند جانور یا مکیل موزونی چیز کے دو الگ الگ تھیلے اور اسی طرح عددی چیزیں، جیسے پھل فروٹ وغیرہ میں سے اگر کوئی ایک چیز خراب نکلے، تو اُسے واپس کر کے اُس کی قیمت لوٹانا جائز ہے۔ اور اگر عیب دار حصہ کو واپس کرنے کے بعد اُس کی نافعیت ہی باقی نہ رہے، جیسے خفین، جوتے یا دروازے کا ایک کواڑ وغیرہ، تو اس صورت میں مشتری یا تو پوری مبیع کو لوٹائے یا اُسی عیب کے ساتھ اُسے استعمال کرے۔

وإن وجد المشتري عيبًا في بعض المبيع، ووجد الآخر سالمًا، فإن حكمه يختلف باختلاف المبيعات. والمبيعات في هذا الحكم على قسمين:

الأول: أن تكون المبيعات بمنزلة شيء واحد لتوقف الانتفاع بأحدها على الآخر، مثل الخفين، والنعلين، ومصراعي الباب الخ. ووجد المشتري ببعضها عيبًا، فحكمه أنه بالخيار، إما أن يقبلهما جميعًا أو يردهما جميعًا، ولا يجوز له أن يمسك السالم ويرد المعيب الخ.

والقسم الثاني: المبيعات التي هي بمنزلة أشياء متعددة، مثل ثوبين أو شاتين أو صبرتين من الحنطة أو المكيلات أو الموزونات الأخرى أو المعدودات المتقاربة في وعائين، ووجد المشتري بأحدهما عيبًا، فحكمه عند الحنفية والمالكية أنه يحق للمشتري أن يرد المعيب خاصة بحصته من الثمن، وليس له رد الكل إلا بالتراضي. (فقه البيوع، المبحث الثامن / موانع الرد بخيار العيب ٨٧٢/٢ دار المعارف ديوبند، بدائع الصنائع ٥٦٤/٤، نعيميه ديوبند)

مرمت کے ذریعہ مبیع کے عیب کو ختم کرنا

اگر مبیع میں عیب ظاہر ہونے پر بائع مرمت کے ذریعہ مبیع کے اُس عیب کو ختم کر کے اُسے بالکل درست کر دے، اور مشتری بھی بخوشی اُسے قبول کر لے تو مشتری کا خیار عیب ساقط ہو جائے گا، اور بیع تام رہے گی۔

والطريق الثاني: أن يُزيل ذلك العيب إما بإصلاحه أو بتغيير بعض أجزائه، ولم

أجد في ذلك نصا عند الحنفية إلا ما ذكره السرخسي رحمه الله تعالیٰ، قال: وإذا اشترى عبدًا عليه دين لم يعلم به، ثم علم بذلك فله أن يرده؛ لأن قيام الدين عليه مما يعده التجار عيبًا ...... إلا أن يقضي عنه البائع دينه، أو يُبرئه الغرماء منه، فبذلك يزول العيب، وزوال العيب قبل الخصومة يسقط حق المشتري في الرد. وهذا يدل على أن للبائع أن يزيل العيب قبل الخصومة، فيسقط به خيار الرد. (فقه البيوع، المبحث الثامن / موانع الرد بخيار العيب ۲/۸۵٦ دار المعارف ديوبند)

مبیع میں تغیر وتبدیلی کے بعد اُسے فروخت کرنا

اگر مشتری نے مبیع میں تبدیلی کرنے کے بعد اُسے فروخت کیا، پھر اُس کے کسی قدیم عیب پر مطلع ہوا، تو اِس صورت میں مشتری کو نہ تو ردالی البائع کا اختیار ہوگا، اور نہ رجوع بالنقصان کا، مثلاً: کپڑا خرید کر اُس کا کرتا وغیرہ سینے کے بعد اگر دوسرے کو فروخت کیا، تو اِس بات کا قوی اِمکان ہے کہ بائع اُس کپڑے کو کٹنے کے بعد بھی واپس لے لیتا؛ لیکن جب بیع یا ہبہ وغیرہ کے ذریعہ دوسرے کو مالک بنادیا، تو مشتری نے یہ امکان ختم کردیا؛ لہٰذا اَب کسی بھی صورت میں مشتری کو رجوع بالنقصان کا اختیار نہیں ہوگا۔

ولكن هذا الحكم فيما إذا باع المبيع إلى ثالث غير عالم بالعيب، وبدون أن يتصرف فيه بما يُغيره. أما إذا أحدث في المبيع ما غيره، مثل ما إذا كان المبيع ثوبًا فقطعه أو خاطه، ثم باعه إلى ثالث، ووجد به عيبًا فلا حق له في الأرش. قال البابرتي رحمه الله تعالیٰ: فإن باعه المشتري، يعني بعد القطع (أي قطع الثوب) ثم علم بالعيب، لم يرجع بشيء؛ لأنه جاز أن يقول البائع: كنت أقبله كذلك، فلم يكن الرد ممتنعًا برضا البائع، فإن المشتري يصير بالبيع حابسًا المبيع، ولا رجوع بالنقصان إذ ذاك، لامكان رد المبيع وأخذ الثمن لو لا البيع. (فقه البيوع، المبحث الثامن / موانع الرد بخيار العيب ۲/۸۳۲ دار المعارف ديوبند، البحر الرائق، كتاب البيع، باب خيار العيب ٦/۸۲، زكريا)

مشتری نے مبیع اپنی ملکیت سے نکال دی

مبیع کا عیب معلوم ہونے کے باوجود اگر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُسے فروخت کردیا، یا ہبہ

وغیرہ کے ذریعہ کسی اور کو اس کا مالک بنادیا، تو مشتری کا یہ اِقدام اُس عیب کے ساتھ مبیع کو خریدنے پر رضامندی سمجھا جائے گا؛ لہٰذا دوسرے کو بیچنے اور ہبہ کردینے کے بعد مشتری کو نہ تو مبیع کی واپسی کا اختیار باقی رہے گا اور نہ عیب کی وجہ سے وہ رجوع بالنقصان کا مجاز ہوگا۔ اور اگر عیب کا علم ہونے سے پہلے ہی مبیع مشتری کی ملکیت سے نکل گئی تھی، بعد میں مشتری اُس کے عیب پر مطلع ہوا، تو اِس صورت میں مشتری کے لئے صرف رجوع بالنقصان کی اجازت ہوگی۔

إذا أخرج المشتري المبيع عن ملكه بعقدٍ من عقود التمليک، كالبيع والهبة (مع التسليم) أو الصلح، فإن أخرجه عن ملكه عالمًا بالعيب، فلا يستحق الرد بالإجماع. وإن امتناع الرد بعد إخراج المشتري المبيعَ عن ملكه متفق عليه بين الفقهاء، ولكن هناک خلاف في استحقاق الأرش. والظاهر من مذهب الحنفية أنه إن أخرج المبيع عالمًا بالعيب، فلا حق له في الأرش، لأن الإقدام على بيعه رضًا بالعيب. وإن لم يكن عالمًا بالعيب عند بيعه، فله المطالبة بالأرش. (فقه البيوع، المبحث الثامن / موانع الرد بخيار العيب ۸۳۲/۲ دار المعارف ديوبند)

مشتری کا اپنی طرف سے مبیع میں اِضافہ کرنا

مشتری نے خیارِ عیب کی شرط پر کپڑا خریدا، پھر اُسے سی دیا، یا رنگ میں رنگ دیا، یا ستّو خرید کر اُسے گھی میں ملادیا، یا زمین خرید کر اُس میں عمارت بنادی، یا خالی کھیت خرید کر اُس میں پودے وغیرہ لگادئے وغیرہ، پھر اُس خریدی ہوئی چیز میں کوئی پرانا عیب نظر آیا، تو اِن سب صورتوں میں زیادتی کے ساتھ مبیع کو واپس لوٹا کر بیع کو ختم کرنا شرعاً جائز نہ ہوگا؛ (اِس لئے کہ مشتری نے مبیع میں جو اِضافہ کیا ہے نہ یہ مبیع ہے اور نہ مبیع کے تابع ہے) البتہ مشتری کو صرف رجوع بالنقصان کی اجازت ہوگی۔

الثالثة: أن تكون الزيادة الحادثة عند المشتري متصلة بالمبيع، غير متولدة منه. مثل ما اشترى ثوبًا فخاطه أو صبغه، أو أرضًا فبنى فيها أو غرس، ثم اطلع على عيبٍ في المبيع. وإن هذه الزيادة مانعة من الرد؛ لأنه لا سبيل إلى رد الأصل بدون الزيادة؛ لأنها لا تنفک عنها، وكذلک لا سبيل إلى رد الأصل مع الزيادة؛ لأنها ليس

مبيعة، ولا تابعة للمبيع، كما أن الزيادة المتولدة تابعة للمبيع، فيمتنع الرد. وليست للمشتري في هذه الصورة إلا أن يُطالب البائع بالأرش. (فقه البيوع، المبحث الثامن / موانع الرد بخيار العيب ٨٦٥/٢ دار المعارف ديوبند، بدائع الصنائع، كتاب البيوع / الزيادة الحاصلة في المبيع ٥٦١/٤ زكريا، الدر المختار مع حاشية ابن عابدين، قسم المعاملات / باب خيار العيب ٤٣٩/١٤-٤٤١ فرفور دمشق)

مشتری نے مبیع کو جان بوجھ کر ضائع کردیا

اگر مشتری نے کوئی سامان خریدا، پھر اپنے قصد اور اِرادے سے اُسے توڑ دیا، اُس کے بعد اُس میں کسی عیب کا علم ہوا، تو اِس صورت میں نہ تو اُس مبیع کو بائع کو واپس کرسکتا ہے اور نہ اس سے رجوع بالنقصان کرسکتا ہے۔

فإنه إذا استهلكه فلا رجوع مطلقًا إلا في الأكل عندهما، بحر. قوله: أو كان المبيع طعامًا فأكله الخ، احترز بالاكل عن استهلاكه بغيره ففي الذخيرة: قال القدوري: ولو اشترى ثوبًا أو طعامًا، واحرق الثوب أو استهلك الطعام، ثم اطلع على عيب لا يرجع بالنقصان بلا خلاف. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب البيوع / باب خيار الخيب ١٩٢/٧ زكريا، ٤٤٤/١٤ فرفور دمشق، فقه البيوع ٨٦٠/٢ المكتبة النعيمية ديوبند، البحر الرائق، كتاب البيع / باب خيار العيب ٨٧/٦ زكريا)

کاٹنے کے بعد پھل یا سبزی میں عیب کا علم ہوا

اگر کسی نے کوئی پھل، سبزی، انڈا یا اخروٹ بادام وغیرہ خریدا، پھر اُسے توڑ کر یا کاٹ کر دیکھا تو وہ خراب نکلا، تو حکم یہ ہے کہ اگر وہ اتنا خراب ہے کہ اُس کا کچھ حصہ بھی کسی طرح قابل استعمال نہیں ہے، تو بائع سے اپنی دی ہوئی پوری قیمت لے کر اس خراب مبیع کو واپس کرکے بیع کو ختم کردے۔ اور اگر مبیع کا تھوڑا بہت حصہ ہی خراب ہو اور باقی مبیع سے فائدہ اُٹھانا ممکن ہو، تو جتنا حصہ صحیح ہوگا اُس میں بیع صحیح ہوجائے گی، بقیہ میں فسخ ہوجائے گی۔ اور اگر اس میں اتنی خرابی ہو کہ وہ انسان کے لئے تو قابل استعمال نہ ہو؛ البتہ جانور کو بطور چارہ کھلایا جاسکتا ہو، تو اس صورت میں مشتری رجوع بالنقصان کرسکتا ہے۔

(شرى نحو بيض وبطيخ) كجوز وقثاء (فكسره فوجده فاسدًا ينتفع به) ولو

علفًا للدواب (فله) إن لم يتناول منه شيئًا بعد علمه بعيبه (نقصانه) إلا إذا رضي البائع به، ولو علم بعيبه قبل كسره فله رده (وإن لم ينتفع به أصلا فله كل الثمن) لبطلان البيع، ولو كان أكثره فاسدًا جاز بحصته عندهما، نهر. (حاشية ابن عابدين، قسم المعاملات، باب خيار العيب ٤٥٦/١٤-٤٥٩ فرفور دمشق، بدائع الصنائع، كتاب البيوع، ما يسقط خيار العيب ٥٥٩/٤، نعيميه ديوبند)

گھی کے استعمال کے بعد بائع نے اُس کے ناپاک ہونے کا اقرار کیا؟

مشتری نے دوکان دار سے پگھلا ہوا گھی یا تیل وغیرہ خرید کر اُسے استعمال بھی کرلیا، اُس کے بعد بیچنے والے نے کہا کہ اس گھی میں چوہا گر گیا تھا، تو چوں کہ اُس میں چوہے کے گر کر مرجانے سے وہ گھی ناپاک ہوگیا تھا، جس سے اُس کی قیمت میں کمی آ گئی تھی، اس لئے مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو بائع سے نقصان کا عوض وصول کرلے۔

وفي المجتبىٰ: ولو كان سمنًا ذائبًا فأكله ثم أقر بائعه بوقوع فارة فيه رجع بنقصان العيب عندهما، وبه يفتىٰ. (الدر المختار مع حاشية ابن عابدين / باب خيار العيب ٤٦١/١٤ فرفور دمشق)

مبیع میں اِضافہ ہونے کے بعد اُس کے کسی عیب کا علم ہوا

کسی چیز کو خریدنے کے بعد اگر اُس میں اِضافہ ہوجائے، پھر مشتری اُس کے کسی ایسے عیب پر مطلع ہو، جو بائع کے پاس سے ہی لگا ہوا آیا ہو، تو یہ اِضافہ اُس مبیع کی واپسی سے مانع ہوگا یا نہیں؟ اِس کی کئی صورتیں ہیں:

الف:- مبیع کی صحت، موٹاپا اور حسن و جمال میں اِضافے کے بعد اُس کے کسی عیب کا علم ہوا، تو یہ اِضافہ مشتری کے قبضہ کرلینے سے پہلے ہوا ہو یا بعد میں دونوں صورتوں میں مشتری کو مبیع واپس کرکے بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہوگا؛ البتہ پہلی صورت میں مشتری کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ مبیع واپس نہ کرکے بائع سے صرف نقصان کا عوض وصول کرلے۔

ب:- مشتری نے کوئی مادہ جانور خریدا، اُس نے بچہ جن دیا، یا درخت خریدا اُس پر پھل آ گئے وغیرہ، اُس کے بعد اس جانور یا درخت کے کسی عیب کا علم ہوا تو حکم یہ ہے کہ مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے یہ اِضافہ ہوا ہو تو مشتری کو مبیع واپس کرکے قیمت لینے کا بھی اختیار ہوگا، اور اُس عیب دار مبیع (مادہ

جانور اور درخت) کو اُس کے اِضافے (بچہ اور پھلوں) کے ساتھ رکھنے کا بھی اختیار ہوگا، اور اگر مشتری کے قبضہ میں آنے کے بعد جانور نے بچہ دیا اور درخت پر پھل آئے، پھر کسی عیب کا علم ہوا، تو اس صورت میں مشتری کو صرف رجوع بالنقصان کا اختیار ہوگا۔

ج:- مبیع سے منافع حاصل کرنے کے بعد اُس کے کسی عیب کا علم ہوا، مثلاً گھوڑا یا گاڑی خریدی، پھر اُسے کرایہ پر دے کر مشتری نے اُس سے نفع کمایا، بعد میں اُس کا پرانا عیب معلوم ہوا، تو مشتری کو اختیار ہے کہ اُس مبیع (گھوڑا گاڑی وغیرہ) کو واپس کر کے اپنا دیا ہوا ثمن واپس لے لے اور اب تک جو آمدنی حاصل ہوئی وہ مشتری کے لئے حلال ہوگی۔ اور اگر مشتری کے قبضہ میں آنے سے پہلے اُس کی مبیع سے بائع نے نفع کمایا، پھر کسی عیب کا علم ہوا، تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس لے لے اور بائع اپنی مبیع اپنے پاس رکھے اور بائع نے اب تک جو نفع کمایا اُسے صدقہ کردے۔

وله الرد برضا البائع إلا لمانع عيب أو زيادة (الدر المختار) ثم اعلم أن الزيادة في المبيع إما قبل القبض أو بعده، وكل منهما نوعان: متصلة ومنفصلة، والمتصلة نوعان: متولدة كسمن وجمال فلا تمنع الرد قبل القبض، وكذا بعده في ظاهر الرواية، وللمشتري الرجوع بالنقصان، وليس للبائع قبوله عندهما، وعند محمد له ذلك، وغير متولدة كغرس وبناء وصبغ وخياطة فتمتنع الرد مطلقًا. والمنفصلة نوعان: متولة كالولد والثمر والأرش، فقبل القبض لا تمنع، فإن شاء ردهما أو رضي بهما بجميع الثمن، وبعد القبض يمتنع الرد ويرجع بحصة العيب، وغير متولدة ككسب وغلة وهبة وصدقة، فقبل القبض لا تمنع الرد، فإذا رد فهي للمشتري بلا ثمن عنده ولا تطيب له: وعندهما للبائع ولا تطيب له، وبعد القبض لا تمنع الرد أيضًا وتطيب له الزيادة وتمامه في البحر عن القنية. (رد المحتار، كتاب البيوع / باب خيار العيب ١٨٧/٧ زكريا، حاشية ابن عابدين، قسم المعاملات / باب خيار العيب ٤٤٣/١٤ فرفور دمشق، البحر الرائق شرح كنز الدقائق مع منحة الخالق، كتاب البيع / باب خيار العيب ٢١/٦، فقه البيوع، المبحث الثامن / موانع الرد بخيار العيب ٨٦١/٢-٨٦٧ دار المعارف ديوبند، بدائع الصنائع ٥٦٠/٤، نعيميه ديوبند)

□□□

جامعہ کے شب وروز

مہتمم صاحب کے اسفار اور اصلاحی پروگرام: ۲۵/۲۴ر نومبر ۲۰۲۲ء کو صوبہ کرناٹک میں ہونے والے مدارس اور مساجد کے عمومی وخصوصی کئی پروگراموں میں بحیثیت مہمان خصوصی شرکت وخطاب فرمایا۔ ۲۷ر نومبر ۲۰۲۲ء کو چاند باغ کی جامع مسجد مصطفےٰ آباد دہلی میں اصلاح معاشرہ کے عنوان پر خطاب فرمایا اور دعاء کرائی۔ ۳۰ر نومبر ویکم ر دسمبر ۲۰۲۲ء کو مئو اور سرائے میر اعظم گڑھ کے تین بڑے اصلاحی پروگراموں میں شرکت اور خطاب فرمایا، اسی طرح ایک تربیتی کیمپ اور جامعہ اسلامیہ شرقیہ لونیہ ڈیہہ اعظم گڑھ کی شوریٰ کی میٹنگ میں شرکت فرمائی۔ ۲ر دسمبر ۲۰۲۲ء کو پرانا ڈھاکہ بنگلہ دیش کے ایک عمومی اجلاس میں لاکھوں کے مجمع کو خطاب فرمایا۔ ۱۱ر دسمبر ۲۰۲۲ء کو مسجد بلال رامپور دوراہا میں جناب محمد اسلم صاحب پیرزادہ مرادآباد کی صاحبزادی کا نکاح پڑھایا اور دعاء کرائی۔ ۱۹/۱۸ر دسمبر ۲۰۲۲ء کو گلبرگہ (کرناٹک) کے اجلاس میں جامع خطاب فرمایا اور دعاء کرائی اسی طرح شام کو بعد نماز مغرب مسجد کی سنگ بنیاد رکھی اور دعاء کرائی۔

واردین وصادرین: اس ماہ جامعہ میں درج ذیل مہمانان گرامی تشریف لائے حضرت مولانا اخلد رشیدی صاحب رکن شوریٰ جامعہ مقیم مدینۃ المنورہ سعودی عرب، حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد یاسین صاحب کارٹیلہ لیسٹر استاذ اسلامک دعوۃ اکیڈمی لندن، مولانا مفتی محمد احمد صاحب قاسمی مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ ترجمہ والی مسجد بھوپال مع رفقاء، مولانا محمد عمران پٹیل صاحب کناڈا، مولانا محمد سراج صاحب دہلی، حاجی محمد فصیح صدیقی لکھنؤ، حاجی محمد منظور صاحب امبیڈکر نگر، مولانا انوار الرحمٰن صاحب بجنور، ڈاکٹر عبدالباری صاحب دہلی، مولانا احمد علی صاحب بلرامپور مع رفقاء، مولانا ابوالخیر صاحب اعظم گڑھ مع رفقاء۔

وفیات: ماہِ رواں میں درج ذیل حضرات کے انتقال کی خبریں موصول ہوئیں، جامعہ میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے: والدہ محترمہ مولانا عبدالمنان صاحب قاسمی نائب ناظم تعلیمات جامعہ، والدہ حاجی محمد شاہد صاحب زمزم ٹینری کانپور، شاکر علی خاں دہلی، بانو خاتون اہلیہ جان محمد ترک رامپور ہریدوار، حافظ عبدالکریم رام نگر نینی تال، حاجی عطاء الرحمٰن کورہ ڈیہہ بھاگلپور، والدہ مولانا محمد عارف صاحب مانا کھیرا لکھیم پور کھیری، اہلیہ حاجی محمد یوسف گھوسی پورہ پٹی اودھم سنگھ نگر، اہلیہ محمد ریحان ہلدوانی نیتی تال، اہلیہ ولی حسن مرحوم واجد پور شیخ پورہ، مولانا محمد رفیق عالم والد مفتی محمد مظفر گڈاوی، قاری عبدالعزیز حاجی پورہ ٹانڈہ بادلی رامپور، شیخ حسین صاحب ناندیڑ مہاراشٹر، نور جہاں بیگم زوجہ خورشید انور ناگپور، حافظ محمد ایوب صاحب والد مولانا رحمت علی قاسمی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء شہر مرادآباد، ممانی صاحبہ مولانا مفتی محمد حشمت پیرزادہ مرادآباد۔ ○❖○

Postal -Regd. No. U.P./MRD. DN37/2021-23 R.N.I. -News Paper Regd. No. 47941/88

Monthly Date of issue: 02/03/04/05/01/2023

NIDA - E - SHAHI

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (U.P.) India. Rs/=50

Huzaifa Iftikhar

طابع و ناشر عبدالناصر نے گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مراد آباد (یوپی) سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "ندائے شاہی" جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد سے شائع کیا